خانقاہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا ترجمان

ماہنامہ

# ملیہ

فیصل آباد پاکستان

شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ بمطابق جون 2015ء


## كلمة الحبيب

## یمن کا قضیہ

مسلک کے نفاذ کی جنگ!

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

* مجالس سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
* روحانی اور مادی زندگی کا ایک عمومی پیغام

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ

* مرثیہ بر وفات حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ العزیز

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ

* خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن
* بچوں کے صفحات


www.milliafsd.com



مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

## بیادِ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمدّ یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

اے نورِ عین حضرتِ الیاسؒ[1] دہلویؒ
اے یوسفِ زمانہ! زہے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن تریں مثال

ہر بتکدے میں تیری اذاں گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اس راستے میں جان بھی دے دی زہے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ حزینِ نفیسؔ پر
"راسِ مبلغاں" ہے ترا سالِ انتقال[2]
۱۳۸۴ھ

---

[1] قطب الواصلین شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمدّ الیاس دہلوی رحمہ اللہ، بانیٔ تبلیغی جماعت۔
[2] تاریخِ وفات ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء (۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم


ماہنامہ
خانقاہ حضرت رائپوریؒ کا ترجمان
# مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ
شمارہ نمبر 8 جلد نمبر 11
بمطابق جون 2015ء


## فہرست مضامین




بفیض
قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ
رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے
پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر



رابطہ کیلئے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان
041-8711569, 0321-6611910



ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی
مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

کلمۃ الحبیب

یمن کا قضیہ

# مسلک کے نفاذ کی جنگ

دوسرا اور آخری حصہ

ابوانیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی**

گزشتہ پینتیس چالیس سال سے تمام مسلم ممالک خصوصاً ہمارا ملک شیعہ سنی فسادات کی لپیٹ میں ہیں۔ جب سے ایران میں اسلام کے نام پر خمینی صاحب کی قیادت میں شیعہ انقلاب آیا ہے۔ اس سے پہلے ہمارے ہاں ایسی صورت حال نہ تھی جیسی کہ اب ہے۔ پہلے زمانے میں ہر سال شیعہ فرقہ کے لوگ محرم کے دوران اپنے جذبات کا اظہار کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جایا کرتے تھے، کوئی خاص فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوتا تھا۔ اکّا دُکّا لڑائی کے واقعات ضرور ہوتے تھے، مگر ان کا عام معاشرے پر اثر نہیں پڑتا تھا۔ نہ دس دن تک سڑکیں بلاک کی جاتی تھیں، نہ ہی نہ دوکانیں اور کاروباری مراکز بند ہوتے تھے، نہ ہی سیکورٹی کی بنیاد پر شہروں میں جلوسوں کے راستے کی عمارتوں پر پولیس اہلکار تعینات کئے جاتے تھے، نہ ہی کیمروں سے نگرانی کی جاتی تھی۔ بلکہ ۱۰ محرم کے دن بھی کئی علاقوں میں کاروباری مراکز کھلے رہتے تھے۔ اس سے پہلے پاکستان میں مسلکی تعصب کی بنیاد پر کوئی جماعت قائم نہیں ہوئی تھی، البتہ تعصب کی بجائے تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے چند جماعتیں ضرور موجود تھیں۔ مثلاً تنظیم اہلسنت کے نام سے ایک جماعت تھی، جو کہ مثبت انداز میں اپنے مکتب فکر کی نمائندگی کرتی تھی۔ اسی طرح شیعہ پولیٹیکل پارٹی تھی، جو کہ سیاسی طور پر اپنے مسلک کے دفاع میں لگی رہتی تھی۔ یا شیعہ علماء کونسل تھی۔ اسی طرح بریلوی اور اہل حدیث مسلک کی جماعتیں بھی موجود تھیں۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ مشترکہ مذہبی معاملات میں ایک دوسرے کے قریب ہو کر اتفاق واتحاد کی مثال قائم کیا کرتے تھے۔

پاکستان میں مسلکی تعصب کی بنا پر سب سے پہلے ''جماعت اہل سنت'' کے نام سے ایک

جماعت قائم کی گئی۔ جو کہ علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے اختلاف کی بنیاد پر ۱۹۷۸ء میں قائم کی تھی، جس کے سربراہ ملتان کے علامہ احمد سعید کاظمی مرحوم اور جنرل سیکرٹری صاحبزادہ فضل کریم فیصل آباد کو بنایا گیا۔ اس تنظیم کا مقصد صرف اور صرف مکتب فکر دیوبند اور تبلیغی جماعت کی مخالفت تھا۔ اس کے لئے انہوں نے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں سنی کانفرنسیں بھی کیں، جس کی وجہ سے پورے ملک میں فرقہ وارانہ فضاء مکدر ہوگئی۔ بعد میں یہ لوگ آپس میں ہی اختلافات کا شکار ہو کر بکھر گئے۔

۱۹۷۹ء میں جب ایران میں خمینی انقلاب آیا تو اس کا بہت سے گروہوں نے استقبال کیا۔ جماعت اسلامی نے تو باقاعدہ اپنے امیر میاں طفیل محمد کی قیادت میں پاکستان سے چارٹر طیارہ کروا کر ایران جا کر خمینی انقلاب کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہمارے بھی کئی لوگ اس کے حامی تھے، بذات خود میں بھی ان حامیوں میں شامل تھا۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ اس انقلاب نے پوری دنیا میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے راہ ہموار کر دی۔ مگر آہستہ آہستہ اس انقلاب کا پردہ چاک ہوتا گیا، اور معلوم ہونے لگا کہ یہ اسلامی نہیں صرف مسلکی انقلاب ہے۔ اس کے متعلق ہندوستان سے مشہور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''خمینی انقلاب'' کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب لکھی، جس میں حقیقی صورت حال کو واضح کیا گیا، جس سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی فراست کا اندازہ اس وقت ہوا کہ جب پاکستان میں مفتی جعفر حسین کی زیر قیادت ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' بنائی گئی۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان میں ''سپاہ صحابہ'' نام کی کوئی تنظیم موجود نہ تھی، اور نہ ہی اس قسم کے عنوان سے کسی اور مکتب فکر کی تنظیم موجود تھی۔ مثلاً ہمارے ملک میں حنفی مسلک کے لوگوں کی اکثریت ہے، جو کہ اسّی فیصد سے بھی زیادہ ہیں، مگر ان کی طرف سے اس سے پہلے کبھی ''تحریک نفاذ فقہ حنفیہ'' کے عنوان سے کوئی تنظیم نہیں بنی۔ چنانچہ ایک اقلیتی مسلک کے لوگوں کی طرف سے اپنی فقہ کے نفاذ کے لئے تنظیم قائم کرنا ایک لمحۂ فکریہ ہی تھا۔ مگر اس وقت اس پر کسی نے توجہ نہ دی۔ لازمی بات ہے کہ اقلیتی فقہ کا نفاذ جمہوری طریقہ سے تو ہونے سے رہا، اب اس کا دوسرا ہی طریقہ تھا۔ چنانچہ ایران میں خمینی انقلاب کے بعد ایران کے انقلابیوں نے اپنا انقلاب پوری دنیا میں برپا کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس پر کام شروع کر دیا گیا۔ اس کام کے لئے انہوں نے دنیا کے مختلف مسلم

ممالک میں منظّم گروہ پیدا کیے۔جس میں سب سے زیادہ زور سعودی عرب اور پاکستان پر ڈالا گیا۔تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں، سعودی عرب میں ایران کے انقلابیوں نے حج اور عمرے کے دوران ایران سے جانے والے زائرین کے ذریعہ اجتماعات منعقد کیے اور احتجاجی جلوس نکالے، جس کی وجہ سے ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔اور حج جیسا مقدس فریضہ جس کے متعلق قرآن میں حکم ہے ''فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِ۔القران ''یعنی حج کے دنوں میں کسی بھی قسم کا فساد، برائی اور فسق کا اظہار منع ہے۔مگر اس کے باوجود یہ سب کچھ ہوا۔

دوسری طرف ایران میں خمینی انقلاب کے بعد پاکستان میں باقاعدہ ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' منظّم کی گئی۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس کا عنوان ہی مسلک کے نفاذ کا اعلان تھا۔پھر باقاعدہ ایران سے ہر طرح سے اس کی سر پرستی کی گئی۔اس معاملے میں لمبی تفصیل بیان کرنے کی بجائے ملک کے مشہور کالم نگار، تجزیہ نگار اوریا مقبول جان کی چونکا دینے والی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے جو کہ انہوں نے ۳۰/مارچ ۲۰۱۵ء کے روزنامہ ایکسپریس میں ''یہ مسالک کی جنگ نہیں ہے'' کے عنوان سے لکھی، لکھتے ہیں:

> بے نظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کا دوسرا دور تھا۔وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں وزارت خارجہ کی جانب سے ایک انتہائی سینئر آفیسر سپیشل سیکرٹری کی حیثیت سے تعینات ہوتا ہے۔ بے نظیر کے اس دور میں ظفر ہلالی سپیشل سیکرٹری تھے جو آجکل مشہور تجزیہ نگار بھی ہیں۔ظفر ہلالی کا خاندان سفارت کاری کے حوالے سے مشہور ہے۔ان کا خاندان ایران قاچار بادشاہت کے زمانے میں ہجرت کر کے ہندوستان آیا۔ایران میں یہ خاندان دربار سے اعلیٰ سطح پر منسلک تھا۔خود بے نظیر بھٹو کی والدہ نصرت اصفہانی کا تعلق بھی ایران سے تھا۔ ظفر ہلالی کے بقول ایک دن بے نظیر نے انہیں بلایا اور کہا کہ ایرانی سفیر کو بلاؤ اور اسے بتاؤ کہ ان کا سفارت خانہ جس قسم کا لٹریچر اور کیسٹ وغیرہ پاکستان میں تقسیم کر رہا ہے اس سے ہمارے لیے بہت مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ظفر ہلالی نے ایرانی سفیر محمد مہدی اخوند زادہ بستی کو بلایا۔اخوند زادہ انقلاب ایران کے بعد 1981ء میں پہلی دفعہ بھارت میں ایرانی سفارت خانے میں متعین کیا گیا۔بنیادی طور پر اس کی تعلیم سول انجینئرنگ ہے جو

اس نے بنگلہ دیش سے حاصل کی۔ ایران میں سول سروس میں بھرتی کیلئے کسی قسم کی پبلک سروس کمیشن نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مقابلے کا امتحان ہوتا ہے۔ انتظامی عہدوں اور وزارت خاجہ میں بھرتی براہِ راست قم میں موجود رہبری کونسل کرتی ہے۔ نوکری کیلئے انقلاب کے ساتھ وفاداری کو شرط اوّل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اخوندزادہ اس شرط پر پورا اُتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مجاہدین خلق کو غدار اور منافق قرار دے کران کے قتل کا فتویٰ دیا گیا تو بہت سے لوگ جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جو گرفتار ہوئے انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ وہی مجاہدین خلق تھے جن کے ساتھ مل کر 1979ء میں انقلاب لایا گیا تھا۔ انقلاب کے فوراً بعد مجاہدین خلق کے سربراہ مسعود رجاوی کے بھائی پروفیسر کاظم رجاوی کو جنیوا میں اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر میں ایران کا سفیر مقرر کیا گیا۔ قتل کا حکم آیا تو پروفیسر کاظم رجاوی کو قتل کرنے کیلئے گروہ تیار کیا گیا۔ 24 اپریل 1990ء کو دن دھاڑے پروفیسر کاظم رجادی کو قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کی تمام تفصیلات سوئٹزر لینڈ کے تفتیشی مجسٹریٹ جیکو زانٹین کے فیصلے میں موجود ہیں۔ اس قتل میں تیرہ ایرانی لوگ ملوث تھے جن میں دو کے پاس سفارتی پاسپورٹ اور باقی افراد کے پاس سرکاری پاسپورٹ تھے۔ یوں وہ سفارتی استثناء کا سہارا لیتے ہوئے پروفیسر کاظم رجاوی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہی پاسپورٹوں کی وجہ سے فرار بھی آسانی سے ہو گئے۔

محمد مہدی اخوندزادہ بستی 1993ء سے 1998ء تک پانچ سال پاکستان میں سفیر رہا۔ ظفر ہلالی نے جب اس کے سامنے ایرانی لٹریچر کی تقسیم پر پاکستانی حکومت کے تحفظات کا اظہار کیا تو انہوں نے اُلٹا سوال کر دیا کہ آپ کے اندازے کے مطابق پاکستان میں کتنے لوگ ہیں جو ایران کے کہنے پر ہتھیار اٹھا سکتے ہیں۔ ظفر ہلالی نے کہا مجھے کیا معلوم۔ مہدی اخوندزادہ نے کہا کہ پچھتر ہزار افراد ہمارے کہنے پر ہتھیار اٹھا سکتے ہیں لیکن ہم آپ کو ایک برادر ملک سمجھتے ہیں اس لیے آپ کیلئے مسائل پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ ظفر ہلالی نے یہ قصہ میرے پروگرام سچویشن روم میں سنایا جسے چینل 24 کی ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ بننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں سب سے پہلے مکتب فکر اہل حدیث کے ترجمان علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے عربی میں ایک کتاب ''الشیعہ'' کے عنوان سے لکھی۔ اور پھر اس کے دنیا پر مرتب ہونے والے اثرات کا بھی ذکر کیا گیا۔ چنانچہ اس کتاب کا عرب دنیا میں خیر مقدم کیا گیا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم چونکہ مدینہ یونیورسٹی سے فاضل تھے، اس کا بھی انہوں نے فائدہ اٹھایا اور پاکستان میں اہل حدیث طبقہ سیاسی طور پر کو منظّم کرنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے سیاسی طور پر اہل حدیث مکتب فکر کے لوگ اتنے منظّم نہیں تھے۔ اس کام کے لئے انہوں نے سعودی سرمایہ سے کافی فائدہ اٹھایا۔ غالباً ۱۴/اگست ۱۹۸۵ء میں لاہور میں انہی کی جماعت کے ایک جلسہ میں سٹیج پر بم دھماکہ ہوا، جس میں علامہ صاحب کے ساتھ ساتھ ۱۰۰/کے قریب اور اور افراد بھی جاں بحق ہو گئے۔ اس کا الزام اس وقت کے اہل حدیث حضرات نے ایران پر لگایا۔ مگر پاکستان میں اس قسم کے کسی بھی حادثے کی تحقیقات کبھی بھی منظر عام پر نہ آ سکیں۔ تو گویا کہ اس وقت سے ایران اور سعودی عرب کی لڑائی کے لئے پاکستان کی سرزمین استعمال ہونے لگی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ایران میں خمینی انقلاب کے بعد فرقہ واریت کی بنا پر ایران اور سعودی عرب میں اتنی ہلاکتیں نہیں ہوئیں جتنی کہ پاکستان میں ہوئیں۔ دونوں ممالک نے اپنے اپنے ملک کو بچا کے پاکستان کو میدان جنگ بنایا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم کے حادثہ تک سپاہ صحابہ کے نام سے کوئی جماعت نہیں بنی تھی۔ یہ جماعت غالباً ۱۹۸۷ء میں بنی، یہ جماعت جھنگ کی ایک مقامی انجمن تھی۔ دوسرے اضلاع میں اس کی شاخیں نہ تھیں۔ ۱۹۸۸ء میں جب عام انتخابات ہوئے تو مولانا حق نواز جھنگوی (جو کہ اس جماعت کے بانی تھے) نے عام انتخابات میں حصہ لیا۔ چونکہ جھنگ میں جاگیرداری نظام بہت مضبوط ہے، اور ان میں اکثریت شیعہ مسلک کے لوگوں کی ہے، اور سنی اکثریت عوام کی ہے، جو کہ ان جاگیرداروں کے مظالم میں پستی رہتی ہے۔ مولانا حق نوازؒ بھی اسی پسے ہوئے طبقے میں سے تھے، اس لئے انہوں نے وہاں کی پرانی جاگیردارنی عابدہ حسین کے مقابلہ میں الیکشن لڑا۔ جس میں مولانا نے کثیر تعداد میں ووٹ لئے، اور عابدہ حسین ہارتی ہارتی بچیں۔ پھر اس کے بعد مولانا حق نواز کو شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد جو تحریک ایک مقامی انجمن سپاہ صحابہؓ کی سمجھی جاتی تھی، مولانا کی شہادت نے اس میں جلتی پر تیل کا کام کیا، اور وہ تحریک سپاہ صحابہؓ کے نام سے پورے ملک میں پھیل گئی۔ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ

انجمن سپاہ صحابہ بنانے میں کسی بیرونی ایجنسی کا ہاتھ نہیں تھا، اسی طرح کوئی غیر ملکی فنڈنگ نہیں ہوئی۔ یہ تو ایک غریب اور متوسط طبقہ کی جماعت تھی، انہیں نہیں معلوم تھا کہ آگے چل کر باقاعدہ کسی مملکت سے پالا پڑے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایرانی انقلاب کو روکنے کے لئے ہماری خفیہ ایجنسیوں نے کافی متحرک کردار ادا کیا۔ البتہ کراچی میں سنّی تحریک کے قیام کے وقت یہ بات ضرور گردش کرتی رہی کہ اس کے لئے فنڈنگ ایران سے کی گئی۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر مولانا حق نواز کی شہادت نہ ہوتی تو شاید یہ تحریک اتنا زور نہ پکڑتی۔ پھر اس کے بعد ہمارے ملک میں فرقہ وارانہ قتل وغارت گری کا جو بازار گرم ہوا ہے، وہ ابھی تک رُکنے کا نام نہیں لے رہا۔

یہ جنگ جو کہ ہمارے ملک میں مسلک کی بنیاد پر لڑی جا رہی ہے اب عالمی بنا دی گئی ہے۔ مسلم امہ کی بدقسمتی یہ ہے کہ علاقائی، نسلی اور تاریخی تعصّبات کو ہم لوگ مسلک کا تڑکا لگا کر اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت مشرق وسطیٰ میں مسلک کی بنیاد پر دو طاقتیں ہی برسرِ پیکار ہیں۔ سنی اور شیعہ۔ جب تک ایران میں شیعہ انقلاب نہیں آیا تھا تو پورے عرب میں کوئی لڑائی نہ تھی۔ سب ممالک کا ایک ہی ہدف تھا، وہ تھا اسرائیل۔ مگر جب سے فرقہ وارانہ جنگ شروع ہوئی ہے، عام مسلمان کا خیال اسرائیل کی ظالمانہ کاروائیوں سے ہٹا ہوا ہے۔ پہلے ایران اور عراق کا معرکہ برپا ہوا، پھر عراق اور کویت کی جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں عراق میں شیعہ مسلک کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ عراق میں کبھی بھی شیعہ حکومت قائم نہ ہوتی اگر امریکہ اس کی پیچھے نہ ہوتا۔ ایرانیوں سے لاکھ اختلاف سہی مگر انہیں جہانگیری اور جہاں بانی کرنی آتی ہے۔ سمجھ دار لوگ کسی سے مخالفت مول لینے کے ساتھ ساتھ مفاہمت کا دروازہ بھی کھولے رکھتے ہیں۔ ایران نے امریکہ سے دشمنی مول لی، مگر اندرون خانہ امریکہ سے تعاون بھی لیتا رہا۔ عراق سے جنگ کے دوران ایران کو تمام اسلحہ اسرائیل کے ذریعہ ملتا رہا۔ ایران اکیلا آٹھ دس سال تک عراق سے لڑتا رہا مگر صدام حسین کو شکست نہ دے سکا۔ ایران کو معلوم ہوگیا کہ امریکہ کے بغیر صدام کو نہیں ہٹایا جاسکتا۔ چنانچہ افغانستان میں طالبان کے خلاف جنگ میں ایران نے کابل میں داخلے کے لئے امریکہ کو شمالی اتحاد کے ذریعہ محفوظ راستہ دلایا۔ اس تعاون کے بدلے امریکہ نے عراق میں صدام حسین کا تختہ اُلٹ کے وہاں پر ایرانی حمایت یافتہ

شیعہ حکومت قائم کرادی۔

ایران کے لئے عظمت رفتہ کو زندہ کرنے کا اور کوئی راستہ باقی نہیں سوائے اس کے کہ اپنے حامی لوگوں کو ساتھ ملا کر عرب وعجم کی لڑائی کو ہوا دی جائے۔ بشارالاسد علوی ہے جس کے عقائد کی بنیاد پر تمام اثنا عشری انہیں اپنے سے الگ تصور کرتے ہیں لیکن سیاسی اور علاقائی صورت حال میں ایران کے لئے اس کا ساتھ دینا عرب علاقوں میں اپنا اثر ونفوذ اور اختیار بڑھانے کیلئے ہے۔ اسی طرح زیدیہ فرقے کے حوثی حضرت زید بن علی کے ماننے والے ہیں جن کے عقائد وہاں کے سنی عوام سے بہت ملتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے مسلک کے ساتھ لفظ شیعہ لگا ہوا ہے، اس لئے ایران اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ دوسری جانب سعودی عرب اپنے اردگرد کے تمام علاقوں، بحرین، کویت، یمن اور خصوصاً اپنے مشرقی علاقوں وغیرہ پر اپنا مکمل کنٹرول چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک یہاں کی شیعہ اکثریت اس کے اقتدار کیلئے خطرہ ہے۔

یہ وہ داستان ہے جس کو سنانا ضروری تھا۔ مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ اس تمام فساد کے پیچھے غیر مسلم قوتیں کارفرما ہیں۔ اور ہم سب مسلمان غیر مسلموں کے فرمانبردار غلام ہیں۔ پورے ساؤتھ ایشیاء اور عرب ممالک میں انگریز ہی کا راج رہا ہے، اور اب بھی کسی نہ کسی طرح سے بھرپور طریقہ سے کام کر رہا ہے اور ہمارے حکمرانوں کی ڈوریاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ عرب ہوں کہ عجم سب کی حکومتوں کا انحصار غیر مسلم ممالک پر ہے۔ آجکل انگریز کی جگہ امریکہ نے لے لی ہے۔

شمال میں ایرانی شیعہ پاسداران انقلاب، سنی مسلم داعش (دولت اسلامیہ عراق وشام) کے خلاف جنگ میں، شیعہ بالادستی کی حامی عراقی حکومت کی مدد کر رہے ہیں۔۔ شمال مغرب میں بھی ایرانی پاسدارن انقلاب، داعش، النصرہ فرنٹ اور بچی کھچی ''آزاد شامی فوج'' کے خلاف لڑائی میں صدر بشارالاسد کی علوی حکومت (آپ اسے شیعہ پڑھ سکتے ہیں) کی مدد کر رہے ہیں۔ لبنان کی شیعہ حزب اللہ، اسد فوج کے شانہ بشانہ لڑ رہی ہے۔ اسی طرح افغانستان سے گئے ہوئے شیعہ شامی فوج کا یونیفارم پہنے ہوئے شام میں لڑ رہے ہیں، خبریں یہ بھی گردش کر رہی ہیں کہ پاکستان سے بھی شیعہ

مسلک کے کئی لوگ شام میں جا کر بشار الاسد کی حمایت میں لڑ رہے ہیں، جن کی میتیں ایران لا کر دفنائی جارہی ہیں۔

نیز سعودی عرب کا دعویٰ ہے کہ ایرانی، یمن میں حوثیوں کے ساتھ ہیں اس میں اب کوئی شبہ نہیں رہا، یہ بات یقین کی حد تک درست ہے کہ ایرانی ہتھیار یمن میں ضرور موجود ہیں۔ یمن کیلئے جنگ دوسرے عرب ممالک کو تقسیم کر رہی ہے۔ لبنان میں سابق سنی مسلمان وزیر اعظم سعد حریری نے شاہ سلمان کی جانب سے حملہ کرنے کے فیصلے کو ''جرأت مندانہ اور عاقلانہ قرار دیا ہے'' حریری صرف سنی ہی نہیں سعودی شہری بھی ہیں۔ لیکن شیعہ حزب اللہ نے جو سعودی مداخلت کے خلاف ہے سعودی حملے کو ''سوچ بچار سے عاری ایڈونچر'' قرار دیا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یمن کا مسئلہ مشرق وسطیٰ میں سنیوں اور شیعوں کے مابین ایک بڑی خانہ جنگی کا آغاز ہے۔ اس سے مغرب کو اطمینان حاصل ہوگا اور اسرائیل کی بھی تشفی ہوگی کہ عرب ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ لیکن یہ کہنا بھی مبنی بر صداقت ہوسکتا ہے کہ سعودیوں کیلئے یہ ثابت کرنے کی آخری کوشش ہے کہ وہ ایک برّی فوجی طاقت ہے۔

اب ایران کی نظر حرمین شریفین پر ہے، اس لئے کہ امت مسلمہ میں اپنی حیثیت منوانے کے لئے حرمین شریفین پر اقتدار کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے ایران کا جھکاؤ امریکہ کی طرف ہو رہا ہے۔ اور دونوں کے درمیان علانیہ کے ساتھ ساتھ خفیہ معاہدوں کی بھی توقع ہے۔

امریکی شش و پنج میں مبتلا ہیں وہ سوچ رہے ہیں کہ کیا کریں، وہ سعودیوں کو براہِ راست فوجی امداد فراہم نہیں کرسکتے، ایران کے ساتھ ان کے جوہری مذاکرات زیادہ اہم ہیں۔ چنانچہ شاہ سلمان کیلئے امریکیوں کی نرم سی زبانی حمایت کا مقصد اپنے سنی اتحادیوں کی تالیف قلب اور ایرانیوں کی مخالفت سے گریز ہے۔ لیکن جیسے جیسے امریکہ اور ایران کے مابین نیوکلیئر ڈیل (جوہری معاہدہ) قریب تر ہوگا، عرب دنیا میں امریکہ کے شراکت دار ''اپنے پتّے'' زیادہ قوت سے آگے بڑھائیں گے۔ جس چیز نے سعودیوں کو یمن میں غیر معمولی مہم جوئی پر آمادہ کیا ہے وہ عدن کے معاملے میں حوثیوں کا رویہ نہیں بلکہ

لوزانا (سوئٹزرلینڈ) میں امریکہ اور ایران کے مابین سمجھوتے کا رجحان ہے۔ اسی لئے سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے لئے پاکستان کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ پاکستان میں سنّی اکثریت ہے جو کسی صورت میں بھی ''حرمین شریفین'' پر شیعہ مسلک کا قبضہ قبول نہیں کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو کہ دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ہے۔ اور پاکستان کی فوج بھی دنیا میں ایک مانی ہوئی فوج ہے۔ نیز پاکستان پر سعودی حکومت کے بڑے احسانات ہیں جن کو کسی بھی شکل میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور آئندہ بھی سعودی عرب ہمارے ساتھ ہی تعاون کرے گا۔ جبکہ ایران کی صورت حال یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان کا ہی ساتھ دیا ہے۔ آج بھی ایران میں رہ کر پاکستان کے حق میں لکھنا اور بولنا بڑا مشکل ہے، اس کے متعلق ممتاز تجزیہ نگار ہارون الرشید نے اپنا تجربہ کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ نیز اخباری خبروں کے مطابق گزشتہ دنوں ایران نے ہندوستان کے ساتھ اپنے ساحل سمندر کی بندرگا ''چاہ بہار'' (جو کہ بلوچستان میں ہماری بندرگاہ گوادر کے قرب میں واقع ہے) کو اعلیٰ پیمانے پر مرمت کر کے اسے ہندوستان کو استعمال کرنے کا معاہدہ کیا ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہندوستان ایران کے راستے افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتا رہے، تاکہ پاکستان کے لئے مشکلات میں اضافہ ہوتا رہے۔ ایران نے کبھی اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ اس کے ہندوستان کے ساتھ معاہدہ کرنے سے اس کے ہمسایہ مسلمان ملک پاکستان کا کتنا نقصان ہوگا، اور کتنے گہرے اثرات مرتب ہونگے۔ اس لئے اب یہ وقت آ گیا ہے کہ ہم لوگ اپنے ملک اور مسلم امہ کے مفاد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ایسے فیصلے کریں جس سے پاکستان کو نہ صرف عالم اسلام بلکہ پورے خطے میں قائدانہ کردار ادا کرنے کا موقع ملے۔ صرف ہمسائیگی کو مد نظر نہ رکھا جائے۔ لہٰذا ہماری حکومت کو چاہیے کہ وہ کُھل کر سعودی حکومت کا ساتھ دے۔ عالم اسلام اس بات کا متحمل نہیں ہے کہ اس کے مرکز میں جنگی کارروائیاں کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو انتشار و افتراق کا شکار بنایا جائے۔ اگر خدانہ خواستہ یہ جنگ شروع ہوگئی تو دنیا کے مسلم ممالک میں گلی گلی شیعہ سنی لڑائی کے باعث ایسی قتل و غارت شروع ہوگی جس کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب

# مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

فرمایا: ویسے صحبت کا سلسلہ حضرت علیؓ سے کثرت سے اور نقشبندیہ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ سب اس لیے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

**الاحسان ان تعبدالله كا نک تراه وان لم تكن تراه فانه يراک**

کسی نے عرض کیا کہ بعض کہتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور بعض نبوت کو ولایت سے افضل بتاتے ہیں؟ حضرتؒ کیا فرماتے ہیں؟ کسی نے عرض کیا کہ کوئی صاحب تو اس میں یہ فرماتے ہیں کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوتی ہے؟

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ہمیں تو معلوم نہیں ان حضرات کی کوئی اصطلاح ہوگی یا کہا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نبوت ہی افضل ہے اور خصوصاً حضور ﷺ کی نبوت سب سے افضل ہے کہ بعض روحانیت کی طرف زیادہ بڑھے ہوئے ہوں، کو بھی لوگ پورے طور پر ہر بات کو ان کی نمونہ نہیں بنا سکتے۔ اور حضور ﷺ کی ہر بات لوگوں کیلئے نمونہ اور ذاکرین میں بھی حضرتؒ کا ارشاد مجھے یاد آ گیا ہے، کہ ایک تو وہ ہوتے ہیں جو ادھر کو ہی چلے جاتے ہیں اور وہ مستہلکین کہلاتے ہیں اور جن سے لوگوں کی اصلاح و تربیت کا کام لینا ہو لوٹا دیا جاتا ہے اور یہ نزول بھی ویسے ترقی ہے مگر دوسری طرح کی اس کی چند دنیوی مثالیں حضرت والاؒ نے بیان فرمائیں جیسے ایک گریجویٹ کو عہدہ دے کر لوگوں کے کام میں لگایا جاتا ہے وہ اس کی ترقی ہے۔ مگر علمی ترقی اور مشغولی سے بظاہر نیچے کو لے آتے ہیں۔ تو جس غرض کیلئے کوئی چیز ہوتی ہے وہ غرض ہی مقصود اور اس کا اختیار کرنا افضل اور ترقی ہے۔

اسی میں کہتا ہوں کہ مجذوب اور وہ لوگ جو سب چھوڑ چھاڑ کر پھرتے رہتے ہیں بلکہ ہر وقت یکسوئی میں مستغرق رہتے ہیں ان سے لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں پہلے پہل کچھ یکسوئی کی ضرورت

بے شک ہے پھر خدا تعالیٰ نے جس سے کام لینا ہو تو اس کو کام کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔ اور تارک الدنیا لوگ یا وہ جو صرف یکسوئی میں مگن رہتے ہیں وہ دنیا کے کاروبار جب خود اختیار نہیں کر سکتے تو عوام کی پوری رہنمائی کیلئے نہ نمونہ ہو سکتے ہیں نہ تربیت کر سکتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں گرونانک اور ایسے ہی بعض سادھوؤں اور درویشوں کا ذکر بھی آیا کہ وہ جامع نہ تھے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض نے سری کرشن اور ایسے ہی بعض ہستیوں کو نبی مانا ہے تو اس کے متعلق کیا ارشاد ہے فرمایا کہ **لکل قوم ھاد** کے جو معنے کرتے ہیں اور ایسے ہی اور آیت سے مثلاً **وان من امة الا خلا فیھا نذیر** سے ثابت کرتے تو اجمالی ایمان تو سب پیغمبروں پر ہے اور یہ بھی کہ اور ملکوں میں بھی نبی ہوئے ہیں مگر کسی خاص کے متعلق جب تک نص نہ ہو نبی یقین نہیں کر سکتے۔

مولوی فیض محمد صاحب نے بھی اس سلسلہ میں عرض کیا کہ کسی کتاب میں ہے کہ ذاالکفل سے مراد گوتم بدھ ہے۔ جو کپل نامی ہمالیہ کی بستی میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ یہ تو ایسا ہی ہے اور فرمایا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی لکھا ہے کہ گوتم کی تعلیمات کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا کو نہیں مانتے تھے اور یہی حال ہندوؤں کے بزرگوں کا ہے اس پر مولوی عزیز الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ گاندھی نے تبھی لکھا ہے کہ یہ تاریخی زمانہ سے پہلے کے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نام کے کوئی ہوئے ہیں یا نہیں (مجھے یہ یاد ہے کہ گاندھی جی گیتا کے متعلق لکھتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اس نام کے جو لوگ مہابھارت میں درج ہیں وہ ہوئے ہیں۔ مگر یہ حالات ان کے ہیں یا نہیں یہ کچھ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں مہابھارت کے مصنف کے ذہن میں جو اعلیٰ فلسفہ تھا اس کو اس نے ایک قصہ کے رنگ میں بیان کیا ہے۔

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل سے پہلے کسی قوم کے بزرگوں کے حالات تاریخی حیثیت سے موجود نہیں لہٰذا بنی سرائیل کے پیغمبروں کے متعلق تو قرآن پاک میں بھی آ گیا ہے۔ اوروں کے

متعلق جیسا ثبوت ہو ویسا ہی خیال کیا جا سکتا ہے۔یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو باطنی محکمہ بیان کیا جاتا ہے کہ غوثوں، قطبوں کی مجالس قائم ہو کر دنیا میں ہونے والی باتوں کو طے کرتے ہیں۔حضرت والاؒ نے فرمایا کہ جو میرا خیال اس میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کیلئے واسطے بنا رکھے ہیں۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی براہِ راست تجلی کا کوئی متحمل نہیں۔تو کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے ہیں۔ مجھے پہلے یہ واسطے سمجھ میں نہیں آتے تھے۔پھر اس بنا پر کہ کوئی چیز براہِ راست تجلی باری تعالیٰ کے متحمل نہیں۔پھر یہ سمجھ آیا کہ یہ تو ضروری تھا، تو انسانوں میں بعض طبائع ایسے ہیں جو ان فرشتوں سے مناسبت رکھتے ہیں۔ان کا حال مثل پُتلی کے ہے وہ خود کچھ نہیں کر سکتے۔چنانچہ حافظ فخر الدین صاحب نے ایک گھوڑے شاہ کا حال یہاں بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان سے لوگ کچھ کچھ پوچھتے تھے۔ دو آدمی آئے وہ بھی پوچھنے لگے، یہ ریل میں بیٹھے ہوئے واقعہ پیش آیا، تو پہلے تو انہوں نے ان آدمیوں کو ڈانٹ دیا۔مگر ان میں سے ایک نے گرمی کا موسم اور وقت تھا برف ڈال کر ایک بڑا گلاس لیموں کے شربت کا بھر کر پیش کر دیا تو پی پا کر آپ فرمانے لگے تمہارا کام ہو جائے گا۔مگر صبر کرو دیر میں ہو گا۔ایک آدمی ریل میں بیٹھا ہوا تھا۔اس کو گھوڑے شاہ یہ کہہ کر چھیڑتے کہ یہ ملا ہے اس کی گردن میں کھونٹا اور وہ اس پر اور بگڑتا تھا۔میرے دل میں خیال آیا کہ بس ایک گلاس پر ہی ٹھنڈے ہو گئے اور ڈانٹ ڈپٹ جاتی رہی۔مجھے گھوڑے شاہ نے کہا نہ کوئی کھاتا ہے نہ کوئی کھلاتا ہے پلاتا ہے۔وہی کھلاتا ہے وہی پلاتا ہے اور ہمارا کیا ہے ڈور سے ڈورا ہلاتے ہیں۔اگر میاں کی مرضی معلوم ہو کہ کام ہونا ہے تو کہہ دیتے ہیں ورنہ ڈانٹ دیتے ہیں۔احقر نے عرض کیا کہ حضرت ایسی مناسبت ہونا طبعی ہے یا اسلام بھی اس میں شرط ہے۔فرمایا کہ اسلام شرط نہیں۔کفار میں سے جس کی طبیعت موزوں ہو اس کو بھی کچھ نہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔کسی کے دریافت کرنے پر یہ بھی فرمایا کہ اہل اللہ سے ان کو کیا نسبت وہ اسلام اور للّٰہیت ہے اور یہ تو ایک طبیعت کی موزونیت کی بات ہے جو کفار کو بھی حاصل ہو سکتی ہے وہ اور بات ہے یہ اور بات۔اس میں رضا شامل اور یہ تو تکوینیات سے تعلق رکھتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر**

# تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 54

## اظہارِ حقیقت

کئی لوگوں نے ہمیں لکھا اور کہا ہے کہ آپ کو اقبال کے متعلق اس قسم کی بحث نہیں چھیڑنی چاہیے تھی۔ ہماری عرض ہے کہ ہم نے کوئی بحث شروع نہیں کی، ہم نے تو تاریخ ختم نبوت میں اقبال مرحوم کی خدمات کا تذکرہ کیا تھا، اور اس میں اقبال مرحوم کے ابتدائی خیالات وحالات سرسری طور پر ذکر کئے تاکہ قوم کو بھی معلوم ہوسکے کہ امت مسلمہ کے کتنے بڑے بڑے لوگ بھی ابتداء میں اس فتنہ کو نہ سمجھ سکے۔ جیسے کہ امت مسلمہ کے اور بھی بہت سے متبحر علماء مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ودیگر کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ بھی ابتداء میں قادیانی فتنہ کی سنگینی کا ادراک نہ کرسکے۔ تاریخ کے ان پہلوؤں کو ذکر کرنے کا مقصد کسی پر کیچڑ اچھالنا نہیں بلکہ کسی بھی فتنہ کی ہلاکت خیزی کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں اُلٹا نظام ہے بات کو سمجھنے کی بجائے ڈُگڈگی بجانا شروع کردیتے ہیں۔ ہم نے پورے ایک سال تک صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، مگر یار لوگ اپنے اپنے شگوفے پیش کرتے رہے، آخر کار مجبور ہوکر ان حقائق سے پردہ اٹھانا پڑ رہا ہے، جو کہ ابھی تک بد دیانت مؤرخین کی وجہ سے اہل علم سے اوجھل ہیں۔

## فرزندِ اقبال کا جواب

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بیٹے ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال اپنے تایازاد بھائی شیخ اعجاز (جو کہ قادیانی ہیں) کی طرف سے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قادیانیوں کے ساتھ تعاون اور نرم گوشے کے سلسلہ میں (جو کہ گزشتہ شمارے میں پیش کی گئی تھیں) کو تسلیم کرتے ہوئے کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس مرحلہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۳۵ء سے قبل ختم نبوت کے مسئلہ پر احمدی عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے کے باوجود اقبال کے جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے

خارج قرار نہ دینے میں کیا مصلحت تھی؟ بالفاظ دیگر اگر بقول اقبال ''انہیں تحریک احمدیہ سے اچھے نتائج کی توقع تھی تو وہ اچھے نتائج کیا ہو سکتے تھے''؟۔

برصغیر کے بیشتر علماء نے تو ابتدا ہی سے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، اور اسی طرح ختم نبوت اور دیگر متعلقہ مسائل کے بارے میں بھی احمدی عقائد پر شدید اعتراضات کے باعث ان کا مطالبہ تھا کہ ''احمدیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیا جائے'' علاوہ ازیں عام مسلمان بھی احمدیوں کو غیر مسلم سمجھنے لگے تھے۔ بقول سید شمس الحسن ۱۹۳۱ء میں جب سر ظفر اللہ خان کو مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا تو دہلی کے مسلمانوں نے شدید احتجاج اور مظاہرہ کیا، کیونکہ وہ سر ظفر اللہ خان کو احمدی ہونے کی وجہ سے غیر مسلم سمجھتے تھے، اور مزید مظاہروں کے خوف سے لیگ کا سالانہ اجلاس فتح پوری سکول کی بجائے سید نواب علی نامی ایک ٹھیکیدار کے گھر منعقد کیا گیا۔ سب حقائق اقبال کے علم میں تھے، لیکن اس کے باوجود وہ خاموش کیوں رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اقبال سرسید کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے، اور چونکہ سرسید مولانا سید میر حسن اور اقبال کے والد نور محمد کے نزدیک احمدیوں سے متنازعہ مسائل پر جھگڑا، تکرار یا مناظرہ کرنا ملت اسلامیہ میں مزید انتشار کا سبب بن سکتا تھا، اس لئے اقبال نے کم از کم مولانا سید میر حسن (وفات ۱۹۲۹ء) یا شیخ نور محمد (وفات ۱۹۳۰ء) کی زندگی میں احمدیوں سے کسی بھی قسم کا مناظرہ کرنے سے احتراز کیا۔ گو وہ ان مسائل سے متعلق جب بھی موقع ملا احمدی عقائد کو ناقص قرار دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کرتے رہے۔......:

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے قیام سے پیشتر چونکہ تحریک کی (قادیانی اور لاہوری) دونوں شاخوں سے تعلق رکھنے والے احمدی مسلمانانِ برصغیر کی تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی ترقی کے لئے جدوجہد میں شامل تھے، اس لئے اقبال نے ان پر کوئی اعتراض نہ کیا۔......:

اقبال کو تحریک احمدیت سے کس قسم کے اچھے نتائج کی توقع تھی کہ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق فرمایا کہ ''وہ موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالبًا

سب سے عظیم مفکر ہیں، یا ۱۹۱۰ء میں فرمایا کہ فرقہ قادیانی اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے، یا ۱۹۳۲ء میں تحریر کیا کہ اشاعت اسلام کا جوش جو جماعت احمدیہ کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے'' توقع یہی ہوسکتی تھی کہ تحریک احمدیہ جب سن بلوغت تک پہنچے گی تو ممکن ہے عامۃ المسلمین کی تکفیر کے جوش وخروش سے نکل کر انہی میں واپس آ جائے، انہی کی فلاح و بہبود کو اپنا شعار بنائے اور اس کے رہنما بھی آغا خان کی طرح اپنی جماعت کے اراکین کو ہدایت دیں کہ تم مسلمان ہو، مسلمانوں ہی کے ساتھ مل کر رہو، اور سب مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھو۔ اپنے کردار کو اسلامی سیرت کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرو، تاکہ اشاعت اسلام کے لئے تمہارے جوش سے ہر کوئی متأثر ہو۔ بہرحال اس خوش فہمی کا وجود بھی اقبال کی ملت اسلامیہ کے ساتھ گہری وابستگی اور ناقابل بیان محبت کا آئینہ دار تھا۔ (زندہ رُوْد جلد نمبر۳، صفحہ۳۰۲)

اس سے پہلے ایک اور جگہ پر فرزند اقبال لکھتے ہیں:

اس مرحلے پر مولانا سید میر حسن نے سرسید احمد خان کو ایک خط لکھا اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے بارے میں ان کی رائے پوچھی۔ سرسید نے اُنہیں اپنے خط محررہ ۹؍دسمبر ۱۸۹۱ء میں جواب دیا:

''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں۔ اگر اُن کے نزدیک اُن کو الہام ہوتا ہے تو بہتر۔ ہم کو اس سے کیا فائدہ۔ نہ ہمارے دین کے کام کا نہ دنیا کے۔ اُن کا الہام اُن کو مبارک ہے۔ اگر نہیں ہوتا ہے اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے۔ وہ جو ہوں سو ہوں، اپنے لیے ہیں۔ میں سنتا ہوں آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیزگار ہیں۔ یہی ان کی بزرگداشت کو کافی ہے۔ جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے؟ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں وہ اس قسم کی ہیں جیسا کہ ان کا الہام۔ نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔ مولوی حکیم نورالدّین کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع

تسلیم نہ کرلیا جائے کسی کام کا نہیں۔''

اسی طرح سر سید نے اپنے خط مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۸۹۲ء بنام سید عبدالغنی برادر اصغر مولانا سید میر حسن اور والد سید نذیر نیازی میں مرزا غلام احمد کی نبوت کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

''مرزا صاحب کی نسبت زیادہ کدوکاوش کرنی بے فائدہ ہے۔ایک بزرگ زاہد نیک بخت آدمی ہیں، جو کچھ بھی خیالات ان کے ہو گئے ہوں۔ بہت سے نیک آدمی ہیں جن کو اس قسم کے خیالات پیدا ہو چکے ہیں۔ہم کو ان سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ کچھ نقصان۔ ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا بسبب ان کی بزرگی اور نیکی لازم ہے۔ اُن کے خیالات کی صداقت وغیر صداقت سے بحث محض بے فائدہ ہے۔ ہمارے لیے مفید صرف اعمال ہیں۔ان کے اچھے ہونے پر کوشش کرنی چاہیے۔''

سر سید نے مرزا غلام احمد کے بارے میں جو مشورہ مولانا سید میر حسن اور سید عبدالغنی کو دیا وہ مختصراً یہی تھا کہ اُن کے خیالات کی صداقت وغیر صداقت کے بارے میں اُن سے جھگڑا، تکرار یا مناظرہ کرنا بے سود ہے۔ وہ جو کچھ بھی ہیں اپنے لیے ہیں اور ان کی بزرگی اور نیکی کے سبب اُن کا احترام کرنا چاہیے۔اب اقبال کے والد شیخ نور محمد جو خود بڑے دین دار اور پارسا مسلمان تھے ہر دنیوی یا دینی معاملہ میں مولانا سید میر حسن سے رجوع کیا کرتے تھے اور اقبال انہیں اپنا استاد اور مرشد تسلیم کرتے ہوئے ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔اسی طرح سید عبدالغنی کو بھی چچا جان کہتے اور ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔عین ممکن ہے کہ اس ضمن میں سر سید کے مشورے اور مولانا سید میر حسن کے جذبات واحساسات سے شیخ نور محمد اور اقبال دونوں آگاہ تھے۔ویسے بھی اقبال ایک لحاظ سے سر سید کے مکتبہ فکر سے وابستہ تھے۔پس ایک وجہ اقبال کے احمدیوں کے ساتھ ان مسائل پر جھگڑا، تکرار یا مناظرہ نہ کرنے کی یہ ہوسکتی ہے۔

دوسری وجہ کا تذکرہ اقبال نے خود کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ربع صدی پیشتر اُنہیں تحریک احمدیہ سے اچھے نتائج کی توقع تھی اس لیے اُس کے خلاف زبان نہ کھولی۔

بالفاظ دیگر انہیں امید تھی کہ قطع نظر احمدیوں کے عقائد کے ہوسکتا ہے وہ مسلمانوں کے اتحاد ویگانگت اوران کی فلاح وبہبود کیلئے دیگر مسلم رہنماؤں کے ساتھ مل کرکام کریں اور کچھ عرصہ تک ایسا ہوتا بھی رہا۔ دوایک احمدی انجمن حمایت اسلام کی مجلس انتظامیہ کے رکن رہے۔ احمدی مقررین انجمن کے جلسوں میں تقریریں کرنے کیلئے مدعو کیے جاتے۔ اسی طرح مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس میں احمدیوں کی شمولیت پر کسی نے اعتراض نہ کیا تھا اور سر ظفر اللہ خان تو ایک سال مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔ پنجاب کونسل کے انتخابات میں احمدیانِ قادیان اور لاہور نے اپنے ووٹ اقبال کے حق میں ڈالے تھے۔ پس مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر اقبال اُن سے تعاون کرتے تھے۔ کئی احمدی ( قادیان پارٹی اور لاہور پارٹی کے ) اُن کے قریبی دوست رہے۔ وہ ان کے ساتھ جلسوں میں شریک ہوتے اوران کے ساتھ مل جل کر علمی یا ملکی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے تھے۔ علاوہ اس کے انہوں نے بعض فقہی معاملات میں مولانا حکیم نورالدّین (سلسلہ احمدیہ کے جانشین اوّل ) کی رائے بھی لی۔ مولانا حکیم نورالدّین کی عزت بھی کرتے تھے، کیونکہ وہ مولانا سید میر حسن کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ ( زندہ رُود، جلد نمبر۳، صفحہ۹۲۔۲۹۱)

اصولی طور پر فرزند اقبال نے شیخ اعجاز قادیانی کے تمام شواہد کو تسلیم کرلیا ہے۔ اوران لوگوں کا اس میں کافی وشافی جواب آ گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ:

’علامہ اقبال عقیدہ ختم نبوت سے نہ صرف یہ کہ کماحقہٗ آگاہ تھے بلکہ آپ اس عقیدہ کے منکر کو خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ علامہ اقبالؒ اس عقیدہ پر بچپن سے لے کر آخروقت تک کاربند رہے اوران کا یہ عقیدہ کبھی بھی متزلزل نہیں ہوا‘‘۔

سیدھی سی بات ہے کہ اگر ڈاکٹر اقبال مرحوم منکرین ختم نبوت کو بچپن ہی سے خارج از اسلام سمجھتے تھے تو پھر ان کو ایک مدت تک قادیانی گروہ میں اسلامی سیرت کا کونسا ٹھیٹھ نمونہ نظر آتا رہا؟۔عقیدۂ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ ساتھ اور مرزا قادیانی کی مسند خلافت پر براجمان ہونے کے باوجود ڈاکٹر اقبال مرحوم حکیم نورالدّین سے بعض فقہی معاملات میں رائے لیتے رہے اور اس مرتد کی عزت کرتے رہے؟۔نیز وہ مسلمانوں کے کونسے اجتماعی مفاد کی خاطر قادیانیوں سے تعاون کرتے رہے؟۔اور بقول فرزند اقبال کہ اقبال نے اس کا تذکرہ خود کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ ربع صدی پیشتر اُنہیں تحریک احمدیہ سے اچھے نتائج کی توقع تھی اس لیے اُس کے خلاف زبان نہ کھولی۔

تو پھر سوال یہ ہے کہ قادیانیوں کو منکر عقیدۂ ختم نبوت سمجھتے ہوئے اقبال کو ان سے کون سے اچھے نتائج کی توقع تھی؟ تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اقبال کے نزدیک قادیانی مسلمان تھے۔

دوسری بات یہ کہ فرزندِ اقبال نے بار بار اپنی تحریر میں یہ بات دوہرائی ہے کہ:

(۹):۔۱۹۳۵ء سے قبل ختم نبوت کے مسئلہ پر احمدی عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے کے باوجود اقبال کے جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہ دینے میں کیا مصلحت تھی؟

(۲):۔گو وہ ان مسائل سے متعلق جب بھی موقع ملا احمدی عقائد کو ناقص قرار دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کرتے رہے۔

یہ بات لکھ کر فرزند اقبال نے ڈنڈی ماری ہے۔سوال یہ ہے کہ علامہ اقبال نے ۳۵-۱۹۳۴ء سے قبل کب قادیانی عقائد کو ناقص قرار دیا،اور انہوں نے کب قادیانی عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا؟اس کی انہوں نے اقبال مرحوم کی کوئی تحریری یا تقریری مثال پیش نہیں کی۔اگر صرف شعروں کو دلیل کے طور پر پیش کیا جائے تو ہم نے گزشتہ شمارے میں ہندو شعرا کے کلام سے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے متعلق ان کے کچھ اشعار پیش کئے ہیں۔یہاں پر ایک ہندو شاعر ہری چند اختر کے دو شعر لکھنا

مناسب سمجھتا ہوں جو کہ آجکل بڑے بڑے خطیبوں کی زبان پر ہیں اور یار لوگ ان شعروں کو بھی اقبال کا کلام سمجھتے ہیں:

جس نے زرّوں کو اُڑایا اور صحرا کردیا
جس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

دوسرا شعر یوں ہے

رُخِ مصطفٰے ﷺ ہے وہ آئینہ ویسا آئینوں میں کوئی آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

انہیں چاہیے تھا کہ وہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کی کوئی ایسی تحریر پیش کرتے جس میں ۱۹۳۳ء سے پہلے قادیانیوں کا نام لے کر ان کے عقائد پر تنقید کی گئی ہو۔ جبکہ ان کے اس دعوے کے برخلاف اقبال مرحوم نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب کو ۱۹۱۱ء میں حصول تعلیم کے لئے قادیان میں قادیانی مذہب کے تعلیم الاسلام سکول میں ضرور داخل کرایا۔

تیسری بات یہ کہ ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال نے ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیوں کے متعلق اس روش کی توجیہ یہ کی ہے کہ ''اقبال سرسید کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے'' اور سرسید کا مشورہ یہی تھا جو کچھ اقبال نے کیا۔ یہاں پر حقیقت میں فرزند اقبال نے بلا سوچے سمجھے اپنی جان چھڑانے کے لئے یہ بلا سرسید کے گلے ڈالدی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اقبال سرسید کے ان عقائد کے قائل تھے؟ جبکہ سرسید کا عقیدہ تو یہ ہے:

کہ نبوت ایک فطری ملکہ ہوتا ہے (تہذیب واخلاق مصنفہ سرسید احمد خاں ) اور جس شخص میں جس فن کا ملکہ بدرجۂ کمال ہوتا ہے وہ اسی فن کا امام یا پیغمبر ہے۔ لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے۔ شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے۔

ایک طبیب بھی فن طب کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے۔ مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ ہو، بمطابق اس کی

فطرت کے، خدا سے عنایت ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکۂ نبوت کے جس کو ناموسِ اکبر کہتے ہیں اور زبان شرعی میں جبرائیل کہتے ہیں اور کوئی جسم ایلچی یا پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ خود اس کے دل سے فوّارے کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اس پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اپنا کلامِ نفس ان ظاہری کانوں سے اس طرح پر سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔

(مذہب اسلام صفحہ ۶۴۴ مصنفہ مولانا نجم الغنیؒ رامپوری)

اس کی تفصیل اگر پڑھنی ہو تو سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن کی سورت بقرہ کے چند ابتدائی رکوع پڑھ لیں، اندازہ خود بخود ہو جائیگا۔ سرسید تو معراج نبوی ﷺ کا بھی منکر ہے، جس معراج کو اقبال مرحوم اپنے انداز میں یوں فرماتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰے ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زَدْ میں ہے گردوں

یا پھر فرماتے ہیں:

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

سرسید پر مدعا ڈالنے سے جان نہیں چھوٹتی، اس لئے کہ سرسید کے کئی عقائد پر مرزا قادیانی کی دعووں کی بنیاد ہے۔ جن میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کیا گیا ہے۔ جو کہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے عقیدہ کے خلاف ہے، اور ایسے عقائد رکھنے والے کو فقہائے امت نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اور اقبال مرحوم ان عقائد کے قائل نہ تھے۔

علامہ اقبال مرحوم قادرالکلام شاعر تھے، ان کا سارا کلام عقلی فلسفہ سے مزین ہے۔ اس کے باوجود وہ عالم نہیں تھے۔ اس کے متعلق ہم گزشتہ ایک شمارے میں ان کا ایک خط بھی نقل کر چکے ہیں جس میں انہوں نے دینی علوم سے عدم آگاہی کے احساس کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ابتداء میں

دینی مباحث کو بھی یورپی فلسفہ پر ہی پرکھا اور شاعری کی، مگر اہل علم میں سے کسی نے بھی اقبال کے اس فقیہانہ یا مجتہدانہ کردار کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ایک طبقے نے ان پر کفر کا فتویٰ تک دیدیا، جوکہ اگر چہ غلط تھا، اس کفر کے فتوے کی علماء حق نے تصدیق نہیں کی، اس کے باوجود اہل علم نے اقبال مرحوم کے فقہی وجدان کی حمایت کبھی نہیں کی۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم اڑیل، ضدی اور ڈھیٹ قسم کے انسان نہیں تھے، جیسا کے آجکل کے سکالرنما ماڈریٹ ہیں۔ اقبال مرحوم میں اہل علم کے موقف کو سننے اور سمجھنے کا مادہ موجود تھا۔ وہ اس کام کے لئے اہل علم سے بالمشافہ ملنے یا دور دراز رہنے والے اہل علم سے خط وکتابت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ انہیں اپنی بات کو اہل علم پر مسلط کرنے کا جنون نہیں تھا۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اہل علم کے نزدیک اقبال مرحوم تمام تر فلسفہ رکھنے کے باوجود قابل حجت نہیں۔ اہل علم کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر اقبال مرحوم کو سوچنا پڑا کہ آخر وہ کونسی بات ہے جس کی بنا پر اہل علم میری باتوں سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ اس بات کو انہوں نے سمجھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بذات خود وہ دینی علوم اس پیرائے میں نہیں پڑھے جو کہ ان کا حق تھا۔ انہوں نے یورپ میں ان کے فلسفے کو تو پڑھا اور دینی معاملات کو یورپ کے فلسفے میں ڈھالنے کی کوشش بھی کی۔ مگر اہل علم سے ملنے اور ان سے تبادلۂ خیال کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ اسی غلطی کو دینی علوم سے احساس محرومی کا اظہار بنایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہن کے نام خط میں (جو کہ گزشتہ شمارے میں ہم شائع کر چکے ہیں) اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ’’میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغ بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قوائے دینی علوم پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی کوئی خدمت کرسکتا۔ اور جب مجھے یاد آتا ہے کہ والد مکرم مجھے دینی علوم ہی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم تھی تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا‘‘۔

اصل میں اقبال مرحوم نے ان رموز وموشگافیوں کو نہیں جانا تھا جس کے لئے علماء نے

صدیوں عرق ریزی کی تھی۔اقبال مرحوم نے تو شروع شروع میں علماء کی ان محنتوں کو بھی بہ یکسر قلم مسترد کر دیا تھا۔مگر بعد میں انہی علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے اصل حقائق کو سمجھنے کا موقع ملا۔اسی لئے اس کے ساتھ ہی ہم نے گزشتہ شمارے میں ان علماء حق کے متعلق اقبال مرحوم کے خیالات کا ذکر بھی کر دیا تھا جن کے ساتھ کسی نہ کسی تعلق کی وجہ سے (چاہے وہ تعلق صحبت کی وجہ سے تھا یا ان کی تعلیمات پڑھنے کی وجہ سے) انہیں صراط مستقیم ملی۔اس کا ذکر ہم آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

وہ یورپ کے فلسفے کے ضرور ماہر تھے،مگر علم دین میں وہ تہی دست تھے،اس کا اظہار انہوں نے کھل کر کیا۔دینی علوم کی سمجھ یا ان پر دسترس کھیل نہیں ہے،جیسا کہ آجکل کے سکالر نما پڑھے لکھے جاہلوں نے بنایا ہوا ہے۔یہ علم باقاعدہ محنت اور ریاضت مانگتا ہے۔چودہ صدیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ اتنی محنت دنیاوی ہنر نہیں مانگتا جتنی کہ دینی علم کا تقاضا ہے۔پھر دینی علم صرف محنت وریاضت ہی نہیں بلکہ ان کو دین سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔اگر ان دینی علوم کو محض تحقیق کے لئے پڑھا جائے،تو اس قسم کی محنت سے نہ تو دین کی سمجھ آتی ہے اور نہ ہی عقیدہ بنتا ہے اور نہ ہی اس عقیدے میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔اس کے لئے علم کے ساتھ ساتھ پختہ عقیدے اور عمل کا ہونا ضروری ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن کہا ہے۔یعنی ہدایت ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ متقی ہیں۔ورنہ برطانیہ میں آکسفورڈ و کیمرج اور امریکہ میں ہاروڈ، پرنسٹن اور نیویارک کی یونیورسٹیوں میں قرآن کی تفسیر اور احادیث کی تشریح پڑھانے والے عیسائی اور یہودی پروفیسر ہیں۔انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ قرآن وحدیث کو پڑھا،مگر انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

ہم اقبال مرحوم کی عزت واحترام دل وجان سے کرتے ہیں،اور جو نہ کرے اسے ہم اچھا نہیں سمجھتے،مگر اقبال مرحوم دینی معاملات میں ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔وہ ایک فلسفی شاعر تھے،اور انہوں نے یورپ کی یونیورسٹیوں سے پڑھا ہوا فلسفہ اسی یورپ کے خلاف بھی استعمال کیا۔ایک جگہ انہوں نے اپنی قوم سے شکوہ کرتے ہوئے کہا ہے:

غیروں کی غلامی پہ رضامند ہوا تو

شکوہ مجھے تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

اسی لئے تو علماء حق اقبال مرحوم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ علماء نے اقبال مرحوم کے ان شعروں کا بھی بُرا نہیں منایا جو کہ انہوں نے علماء کے خلاف کہے۔ علماء نے یہ سوچا کہ ان کی مخالفت نہ کی جائے، اگر یہ ہم سے متفق نہیں ہیں تو نہ ہوں مگر ان کی بات نئی نسل سنتی ہے، اس لئے ان کی باتوں کو نئی نسل کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی لئے ہمارے بزرگ اپنی تقریروں میں اقبال مرحوم کے شعر پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ مولویوں کی تقریریں اقبال کے شعروں کے بغیر سجتی نہیں۔ میں جواباً عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم لوگ اگر اپنی کسی تقریر میں اقبال کا شعر پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمارے نزدیک اقبال کا کلام حجت ہے، بلکہ ہم ان کے اشعار اس لئے پڑھتے ہیں کہ اقبال مرحوم تمہارے نزدیک حجت ہیں۔ اور تمہیں شرم دلاتے ہیں کہ جس کا کلام لے کر تم مولویوں پر چڑھ دوڑتے ہو، وہ تمہیں کیا سبق دے گیا ہے۔ تم اُسی اقبال کی تعلیمات کو ہی اپنالو تو سارا کام صحیح ہو سکتا ہے۔ ایک جگہ اقبال مرحوم نے کہا ہے:

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے کی فراخی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

تو بات اقبال مرحوم کے عشق نبوی ﷺ میں ڈوبے ہوئے کلام کی چل رہی تھی۔ انہوں نے بڑے اچھے انداز میں اپنا عشق نبوی ﷺ اور ختم نبوت کا عقیدہ بیان کیا، اس کے باوجود وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے زہر کو نہ سمجھ سکے۔ ہم نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بذات خود اقبال مرحوم نے کسی بھی شکل میں کہیں پر بھی عقیدۂ ختم نبوت سے انکار کیا ہے، اور نہ ہی انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی اور خود ساختہ نبوت کو سچا قرار دیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ ہی رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی حقیقت کو دنیا کے سامنے واضح کیا ہے۔ لیکن ان کی فکری آزادی نے ایسا کام دکھایا کہ جس میں وہ اعتدال پر نہ رہ سکے۔ اسی لئے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک کو نہ سمجھ سکے، اسی لئے انہوں نے اپنی زیادہ تر ابتدائی زندگی میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا تھا۔ یہ سب کچھ تو ان کی آخری زندگی میں ہوا۔ اور اس کا سہرا بھی علماء حق کو جاتا ہے جو کہ وقتاً فوقتاً اقبال مرحوم سے ملتے رہے۔

(باقی آئندہ)

# روحانی اور مادی زندگی کا ایک عمومی پیغام

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ

**قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا الخ (پارہ:1)**

میرے بزرگو اور دوستو! اس وقت آپ جانتے ہیں کہ سائنس نے پھیلی ہوئی دُنیا کو سمیٹ کر بہت مختصر بنا دیا ہے۔ پوری دنیا ایک چھوٹا سا کنبہ بن گئی ہے۔ ایجادات نے مِلنا جُلنا اور چلنا پھرنا سہل بنا دیا ہے۔ پہلے بیل گاڑی وغیرہ کے سفر میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ خشکی کے راستہ سے حج کیلئے پیدل چلنے میں دو تین سال لگتے تھے۔ دوسری سواریوں میں تو مہینے لگتے تھے۔ لیکن آج سائنس کی ترقیات نے سفر کو سہل بنا دیا۔ رتھوں اور بیل گاڑیوں کی جگہ ریلیں چلیں اور اب تو ہوائی جہاز چلنے لگے جو بمبئی سے جدہ تک ۹ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں حالانکہ دریا کے راستہ سے یہ سفر نو (۹) دن میں طے ہوتا ہے۔ اور اب تو ریڈیائی لہروں سے ہوائی جہاز چلانے کے بارے میں سوچا جا رہا ہے۔ یعنی انسان بالکل پرندوں جیسے ہو جائیں گے اور گھنٹوں کی مسافت منٹوں میں طے ہوگی۔ اب تو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی وہیں پہنچ کر تقریر کرے بلکہ ریڈیو کے ذریعہ ساری دنیا سے خطاب کیا جا سکتا ہے۔ ان چیزوں نے پوری دنیا کو ایک کنبہ بنا دیا ہے اور سارے ممالک محلوں کی حیثیت میں ہو گئے ہیں۔ ان ایجادات کا اثر یہ پڑا کہ ملکوں کی خصوصیات مٹتی چلی گئیں اور ایک ملک کا اثر اور اس کے رجحانات دوسری جگہ اثر انداز ہونے لگے۔ خیالات میں بھی اشتراک پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ یعنی جذبات ایک سے، افکار ایک سے، خیالات ایک سے، گویا ساری دنیا یہ چاہتی ہے کہ ہم سب ایک ہو جائیں۔

برما کے وزیر صحت ہمارے یہاں آئے تھے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کا دہلی کیسے تشریف لانا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکومت ہند سے کچھ مشورہ کرنا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ملک اپنے داخلی معاملات میں بھی خارجی ممالک کی پالیسی کے ماتحت ہے گویا کہ سیاست داخلی سیاست خارجی سے پوری طرح متاثر ہے۔ چنانچہ یونائیٹڈ نیشنل کا ادارہ (یو۔این۔او) یعنی مجلس اقوام متحدہ

قائم ہے جو اشتراک ذہن کا نتیجہ ہے۔ گویا کہ دُنیا کی قوموں کے تعصّبات ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ حد بندیاں اور خصوصیات ختم ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اب یہ صدا اُٹھ رہی ہے کہ اگر عالمی امن چاہتے ہو تو چھوت چھات مٹاؤ اور امتیازات کو ختم کرو اسی وقت امن قائم ہوگا۔

گاندھی جی جب دلی میں آتے تھے تو بھنگی بستی میں قیام کرتے تھے۔ محض یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اب امتیازات ختم کرنے کا زمانہ آیا گیا ہے۔

پنڈت پنت جب رنکھڈی میں آئے تو انہوں نے ایک ہریجن کے مکان پر قیام کیا اور اس کے گلاس میں دودھ پیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ تمام قوموں کے اُصول بدل رہے ہیں۔

پہلے عوام تابع خواص کے اور اب خواص تابع ہیں عوام کے۔ پہلے چراغ تلے اندھیرا تھا اب چراغ کے اوپر اندھیرا ہے۔ پہلے جو چیز چھپانے کی تھی وہ اب برسرِ عام آ گئی۔ مثلاً دولت عورت۔ پہلے خواص کی رائے اہمیت رکھتی تھی اب عوام کی رائے کو اہمیت حاصل ہے لہٰذا خواص کو نیچے اُترنا پڑے گا اور عوام کو اوپر اٹھنا پڑے گا۔

حالات یہ بتلا رہے ہیں کہ جب ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی ایک جیسی ہو جائے گی تو پھر قدرتی طور پر یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ ہماری روحانی زندگی بھی یکساں ہو اور مذہبی جذبات بھی یکساں ہوں۔ اس لیے لامحالہ آج کے قبول کیے جانے والے مذہب میں یہ بات ضروری ہے کہ اس میں تعصب نہ ہو، اونچ نیچ نہ ہو، جو مذہب ان تمام خصوصیات میں پورا اترے گا وہی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ایک مذہب نے اعلان کیا کہ **یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ** الخ گویا تمام اقوام مل کر ایک جیسے ہیں جیسے ایک بدن۔ ''ہم نے تم میں قبیلے بنا دیئے تا کہ پہچان باقی رہے نہ اس لیے کہ تفاخر کا ذریعہ ہو۔ تم میں نسل کے اعتبار سے کوئی بڑائی چھوٹائی نہیں البتہ عمل کے اعتبار سے بڑائی چھوٹا رہے گی۔ پیدائشی اعتبار سے کوئی چھوٹائی بڑائی نہیں۔'' آفتاب اگر چمکتا ہے تو وہ روشنی تقسیم کرنے میں اونچ نیچ نہیں برتتا بلکہ سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق روشنی سے مستفید ہوتے ہیں۔ شیشہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے روشن ہوتا ہے اور کالا تو اپنی صلاحیت کے لحاظ سے نمایاں ہوتا ہے۔ اُس نے اعلان کیا کہ عبادت گاہیں کسی کیلئے مخصوص نہیں ہیں۔ جو زیادہ خشوع سے عبادت کرے گا وہ بڑھ جائے گا اور جو ایسا نہ کرے گا وہ نیچا رہے گا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر رسول کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے گی تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ سنو اور مانو۔ ایک بڑھے نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے تم خائن ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میں نے کیا خیانت کی؟ اُس نے کہا کہ بیت المال سے سب کو ایک ایک چادر ملی ہے لیکن آپ کے بدن پر دو چادریں ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ دے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی چادر اپنے باپ کو دے دی تھی۔ معلوم ہوا کہ اگر امیر اعتراض کر سکتا ہے تو غریب بھی اپنے امیر پر اعتراض کر سکتا ہے۔

غور کی بات ہے کہ آج کے دور میں یہ اعلان مناسب ہوگا کہ اے انسانو! تم ایسے کام کرو جن میں سب کیلئے نفع، سب کیلئے عزت، سب کیلئے راحت ہو یا یہ اعلان مناسب رہے گا کہ اے ہندیو! اے عربو! تم صرف اپنا نفع دیکھو۔ بہرحال اونچ نیچ جو کچھ بھی ہے عمل کے امتیاز سے ہے۔ لہٰذا وہی مذہب چل سکے گا جس میں عمومی مساوات موجود ہو۔ ہم تو یہ کہیں گے کہ اس وقت دنیا نے اسی اصول مساوات سے استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا اب زمانہ کا تقاضہ ہے کہ معاشی اور معاشرتی جو گروہ پہلے ہی سے اس ہمہ گیر ذہنیت کو لے کر چل رہا ہے اسے کسی سے لڑنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی وہ سب کو اپنے اندر سمو سکے گا۔ بہرحال تعصب سے بچنا پڑے گا۔ تعصب مختلف اسباب سے قوموں میں پیدا ہو جاتا ہے مثلاً بعض دفعہ اس سے بھی تعصب پیدا ہو جاتا ہے کہ دوسرے کے مقتداء کو بُرا کہا جائے۔ لہٰذا سب سے پہلے اس آیت قرآنی میں یہی کہا گیا ہے کہ ''ہم نے مان لیا اللہ کو اور اس کتاب کو جو ہماری طرف اتری ہے۔'' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ پہلوں پر نازل ہوا اُس کو بُرا کہو بلکہ یہاں تک ہے کہ جو کچھ پہلے نبیوں، رشیوں، منیوں پر نازل ہوا ہم ان سب کو بھی ان کے وقت کیلئے سچا سمجھتے ہیں۔ حد بندیوں کے توڑنے کا واحد اُصول یہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں جتنی سچائیاں ہیں اُنہیں قبول کرے اور کتابوں کو سچا سمجھے اور جو کچھ ان لوگوں نے بعد میں اضافہ یا ترمیم کی ہے اس کو رد کرے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ ہم نے تمام قوام میں رسول بھیجے ہیں شام، دمشق، عرب وغیرہ میں پیغمبر آئے۔ پھر کیا ہندوستان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا؟ ضرور آیا۔ سب سے پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام ہی آئے جو لنکا میں اُترے۔ گویا مذہب کی ابتداء ہندوستان سے ہوئی۔ اُن کی کنیت ابوالبشر ہے (یعنی مہادیو) ان

کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی قبر اجودھیا میں ہے۔ پھر ہر ملک اور قوم میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب میں مبعوث ہوئے۔ تو گویا ہندوستان سے پیغمبری کی ابتداء ہوئی اور عرب پر ختم ہوئی۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک دو جگہیں بہت مقبول ہیں۔ ایک وہ جس میں حضرت آدم علیہ اسلام اُترے، دوسری وہ جگہ جس میں کعبۃ اللہ ہے۔ حضرت مولانا مناظر احسن صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''النبی الخاتم'' اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مہاتما بدھ نے ہندوستان میں آنحضرت ﷺ کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ کی بشارت دی تھی۔ ( **ومبشراً برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد** ) چنانچہ بدھ کی جانکنی کے وقت بدھ کے ایک شاگرد نندا نے اُن سے پوچھا تھا کہ تمہارے بعد اب ہماری رہنمائی کون کرے گا؟ تو مہاتما بدھ نے کہا کہ ہم سے پہلے بہت سے بدھ آچکے ہیں اور اب ایک آخری بدھ آئے گا جس کا لقب مترّیا ہوگا اُس کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلنا چاہیے۔ مترّیا کے معنی ہیں رحمت کے۔ قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کو رحمت للعالمین کہا گیا ہے۔ چنانچہ بدھ مذہب والوں نے اکثریت سے اسلام کی تعلیمات قبول کیں۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ایک پیغمبر کا نام ذوالکفل فرمایا گیا ہے۔ مولانا مناظر احسن نے اس کے متعلق اپنے اس خیال کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ یہ مقام کپل اور کپل وستو اسی سے بنا ہے۔ کفل اور کپل میں زیادہ فرق نہیں ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ بہر حال مشرقی ممالک نے اس بشارت کو قبول کیا اور مغربی ممالک مادّیات میں پھنس کر تباہ ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سرہند شریف کے متعلق فرمایا ہے کہ یہاں دو پیغمبر ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ گنگا کے پانی میں خصوصی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر غور کیا کہ گنگا کہاں سے شروع ہوئی ہے۔ اس کی تلاش میں چل دیئے اور گنگوتری پہنچے۔ وہاں ایک ہفتہ قیام کیا اور واپس آکر فرمایا کہ جہاں گنگا کا دھانہ ہے وہاں کسی پیغمبر کے انوار نظر آتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ گنگا کسی پیغمبر کی دعاء سے نکلی ہو۔ جیسے زمزم کا چشمہ حضرت اسماعیلؑ کی برکت سے جاری ہوا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ رام چندر جی اور کرشن جی کو برامت کہو ممکن

ہے یہ اپنے وقت کے پیغمبر ہوں اس لیے نام لے کر انہیں کبھی برا نہ کہو۔ چنانچہ اُن کے پیغامات میں بہت سی باتیں حق ہیں۔ ممکن ہے بعد کے لوگوں نے خلط ملط کر دیا ہو جس طرح عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتابوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اس لیے حکم ہے کہ جن کا نام قرآن وحدیث میں صراحۃً موجود ہے ان کا نام لے کر مانو اور جن کا نام نہیں آیا ان پر اجمالاً ایمان لاؤ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام کی بنیاد ماننے پر ہے نہ ماننے پر نہیں ہے یعنی تصدیق پر مدار ہے تکذیب پر نہیں۔ بخلاف اس کے یہودیوں کا مدار حضرت عیسیٰ کے انکار پر ہے اور عیسائیوں کا مدار آنحضرت ﷺ کے انکار پر۔ مگر اسلام نے اپنی بنیاد ماننے پر رکھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذہب کی بنیاد ماننے ہی پر ہو سکتی ہے نہ ماننے پر نہیں یعنی مذہب کی بنیاد مثبت پہلو پر ہونی چاہیے منفی پہلو پر نہیں۔

بہر حال چونکہ پوری دنیا ایک قبیلہ بن گئی ہے اس لیے اب حد بندیاں قائم نہیں رہ سکتیں۔ یہی حال روحانی خیالات اور عقائد کا بھی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے تعصّبات مٹانے پڑیں پڑیں گے اور تفریق ختم کرنی ہوگی اور وطن کی حد بندی بھی ختم کرنی ہوگی۔ مدار ملک کا کلّی طور پر ہوتا ہے جزوی اُمور پر نہیں ہوتا اور کلّی امور عالمی امور ہیں۔ ان ہی پر ملک کا دارومدار ہوتا ہے اسی لیے قرآن نے تیرہ سو سال پہلے یہ اعلان کر دیا تھا کہ کسی ملک والے کو دوسرے ملک والے پر فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ انسانیت کا احترام اسی طرح ضروری ہے جس طرح مذہبیت کا۔ لہٰذا چھوت چھات اور تعصّب کو مٹانا پڑیگا۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جبلہ بن ایہم شاہ غسان مسلمان ہو کر طواف کر رہا تھا۔ اس وقت کسی اعرابی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تھا۔ جبلہ نے اس اعرابی کے طمانچہ مار دیا۔ اعرابی نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے حکم دیا کہ یہ اعرابی اپنا بدلہ اس طرح لے سکتا ہے کہ جبلہ کے ایک طمانچہ لگائے۔ یہ وہی مساوات کا معاملہ تھا کہ جبلہ نے اس حکم کو سن کر کہا کہ مجھے مہلت دی جائے۔ جب اُس کو مہلت دی گئی تو وہ بھاگ گیا اور پھر کفر کو اختیار کر لیا۔ لیکن اسلام نے بڑے اور چھوٹے، اونچ نیچ کے فرق کو مٹانے کے لیے کسی کی بھی پروا نہ کی۔

بنی اسرائیل کو ہر طرح کی دولت اور حکومت دی گئی تھی۔ انہوں نے عیش پرستی میں زندگی

گزارنی شروع کردی۔ پیغمبروں نے بہت سمجھایا مگر اُنہوں نے نہ مانا۔ آخر عراق کے بادشاہ بخت نصر نے چڑھائی کی اور اُن کا قتل عام کیا اور کئی لاکھ بنی اسرائیل گرفتار کیے گئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام بھی اسیروں میں تھے۔ (اُن کی دیانت وامانت وراست بازی، صدق وصفا اور عبادت وزہد کو دیکھ کر حکام جیل اُن کے گرویدہ اور معتقد ہوگئی اور کمالِ احترام سے پیش آنے لگے۔

اس حالت پر ایک عرصہ گزر جانے کے بعد) بخت نصر نے ایک خواب دیکھا جس سے اُس کے دل میں گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوئی۔ اس نے دربار کے کاہنوں اور ساحروں کو طلب کیا اور اپنی قلبی بے چینیوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اس غیر معمولی خواب سے پیدا ہوئی تھی اُن سے خواب کی تعبیر طلب کی۔ اُنہوں نے کہا کہ خواب بیان فرمایئے۔ کہا کہ خواب تو مجھے یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ پھر تعبیر ہم کیسے بتلائیں؟ اُس نے غضبناک ہوکر کہا کہ ''میں نے تمہیں اسی قسم کے امور کے انکشاف کیلئے تو دربار میں اس رتبہ تک پہنچایا تھا (جب تم ایسے امور کا بھی انکشاف نہیں کر سکتے تو تم کس مرض کی دوا ہو؟) جاؤ تمہیں تین دن کی مہلت ہے اگر تم نے اس مدت میں خواب اور تعبیر بتلا دی فبہا ورنہ تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔''

اس واقعہ کا چرچا ہوگیا۔ شدہ شدہ یہ خبر جیل میں بھی پہنچی اور حضرت دانیال علیہ السلام کے کان میں پڑی۔ آپ نے جیلر سے فرمایا جو اُن کا بہت زیادہ معتقد اور محسن تھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تو بادشاہ سے میرا تذکرہ کردے کیوں کہ میرے پاس اُس کے خواب کا علم ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اس سے بادشاہ کے یہاں تیرا رتبہ اور منصب بڑھ جائے گا اور میرے لیے رہائی کی صورت نکل آئے گی (جس سے میری قوم اس قید وبند کے عذاب سے چھٹکارا پاسکے گی) جیلر نے کہا مجھے آپ کے بارے میں بادشاہ کے بے پناہ غصہ کا ڈر ہے کہ کہیں آپ جیل کے مصائب سے چھوٹنے کیلئے یہ فرمارہے ہوں (اور واقع میں علم نہ ہو) حالانکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا میں اگر کسی کو بادشاہ کے اس فراموش شدہ خواب کا علم ہے تو وہ صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ فرمایا تم میرا خوف نہ کھاؤ اور بے فکر ہوکر بادشاہ سے میرا تذکرہ کردو (میں قطعاً اُس کے خواب اور تعبیر کو جانتا ہوں) جس کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک رب ہے جو

مجھے اُن باتوں کی خبریں دے دیتا ہے جن کو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جیلر نے بادشاہ سے جا کر تذکرہ کر دیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت حضرت دانیالؑ کو طلب کر لیا اور وہ شاہی دربار تک پہنچا دیئے گئے۔ دربار کا ضابطہ تھا کہ اندر داخل ہونے والا بادشاہ کو سجدہ کرے لیکن دانیال علیہ السلام دربار میں حاضر ہو کر کھڑے رہے اور سجدہ نہ کیا۔ تھوڑے وقفہ سے بادشاہ نے دربار برخاست کیا اور تخلیہ میں حضرت دانیال علیہ السلام سے گفتگو شروع کی۔

سب سے پہلے پوچھا کہ آدابِ دربار کے مطابق آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک رب ہے اُس کا کہنا ہے کہ مَیں اُس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کروں۔ میں اُس سے ڈرتا ہوں کہ میں تجھے سجدہ کر لوں اور وہ اُسی وقت یہ علم مجھ سے سلب کر لے تو میں تو تیرا خواب نہ بتلانے کے سبب تیرے ہاتھ میں قیدی بن کر رہ جاؤں اور تو مجھ سے اس علم سے فائدہ نہ اُٹھا سکے اور مجھے قتل کر ڈالے۔ اس لیے میں نے ترک سجدہ کو قتل سے آسان سمجھا اور ترکِ سجدہ کے خطرہ کو اس خطرہ سے ہلکا سمجھا کہ تو ساری عمر اس بے چینی میں مبتلا رہے جس میں فراموش شدہ خواب کی وجہ سے اب مبتلا ہے۔ پس میں نے ترک سجود کو تیرے اور اپنے دونوں ہی کیلئے مفید سمجھا۔ بخت نصر نے کہا کہ میرے نزدیک تجھ سے زیادہ اپنے الٰہ ومعبود کا وفادار دوسرا نہیں اور بلاشبہ وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو اپنے رب کے عہد ومیثاق کو پورا کرتے اور وفادار رہتے ہیں۔ ہاں تو کیا تیرے پاس میرے خواب اور اُس کی تعبیر کا علم ہے؟ فرمایا! ہاں ہے ''تو نے خواب میں یہ دیکھا کہ زمین وآسمان کے درمیان ایک عظیم الشان بت معلق ہے (جس کے عظیم الشان جثہ نے تمام فضا کو گھیر رکھا ہے) ٹانگیں اُس کی زمین میں ہیں اور سر آسمان میں۔ اُس بت کے اُوپر کا حصہ سونے کا، درمیانی حصہ چاندی کا اور نچلا حصہ تانبے کا، ٹانگیں لوہے کی ہیں اور قدم مٹی کے۔ تو اُس کی خوبصورتی حسن وجمال اور بے نظیر ساخت کو حیرانی سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک زبردست پتھر گرا اور اُس بت کے سر پر آ کر اس زور سے پڑا کہ یہ بت پاش پاش ہو کر سرمہ کی طرح پس کر رہ گیا اور اس کا سونا، چاندی، تانبہ، لوہا اور مٹی سب مل کر اس طرح خلط ملط اور ڈھیر ہو گئے کہ یہ سب دھاتیں رَل مل کر ایک ذات ہو گئیں۔ کوئی دھات دوسری سے ممتاز اور

جُدا نہ رہی اور تو اس یقین پر پہنچ گیا کہ اب اگر دنیا کے تمام انسان اور جن بھی جمع ہو کر یہ چاہیں کہ ان دھاتوں کو الگ الگ کر دیں تو نہیں کر سکتے۔ اگر اس حالت میں ہوا چل جائے تو (یہ دھاتیں پِس کر اس درجہ سرمہ ہوگئی ہیں کہ) ہوا بھی ان ذرات کو اُڑا سکتی ہے۔ اسی حالت میں تو نے دیکھا کہ وہ آسمان سے گرنے والا پتھر (اس بت کو پیس (دینے کے بعد) اچانک فضائے آسمانی میں پھیلنا شروع ہوا اور پھیلتے پھیلتے اتنا بڑا ہوگیا کہ پوری زمین پر چھا گیا اور زمین اُس سے چھپ گئی یہاں تک کہ اب آسمان اور اُس پتھر کے سوا تجھے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بخت نصر نے کہا بالکل درست!! یہی تھا وہ خواب جو میں نے دیکھا تھا۔ اچھا اب اس کی تعبیر فرمایئے۔

حضرت دانیالؑ نے فرمایا: ''وہ بت دنیا کی مختلف قومیں ہیں جو دنیا کے اوّل و آخر اور درمیانی زمانوں میں (مختلف درجات و مراتب کے ساتھ آئیں اور آئیں گی اور) موجود ہیں۔ سو اُس بت کے سونے کا حصہ تو یہ موجودہ دور اور تیری قوم ہے جس پر تو حکمرانی کر رہا ہے اور چاندی کا حصہ تیرے بعد کی قوم ہے جس پر تیرا بیٹا حکمرانی کرے گا۔

تانبے کا حصہ رومی ہے اور لوہے کا حصہ فارسی قوم ہے اور مٹی کا حصہ دو اور قومیں ہیں جن پر دو عورتیں حکمرانی کریں گی۔ ایک مشرقی یمن میں اور ایک مغربی شام میں، اور وہ پتھر جو اُس خوشنما بُت کے سر پر آسمان سے پھینک کر مارا گیا وہ اللہ کا دین ہے جس کو آخری زمانہ میں نبی آخر الزماں (لے کر آویں گے اور اُن کی) امت قومیتوں کے بت پر پھینک کر مارے گی تاکہ اُس دین کو تمام اقوام کے ادیان پر غالب کر دے (اور قومیتوں کی اس اونچ نیچ کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دے) پس اللہ تعالیٰ ایک نبی امّی کو عرب میں مبعوث کرے گا جو تمام اُمتوں، قومیتوں اور متخالف مذہبوں کو توڑ پھوڑ کر مذاہب واحد کر دے گا۔

جس طرح اس پتھر نے بت کی تمام (اونچی نیچی) دھاتوں کو توڑ پھوڑ کر ایک کر دیا (اور پھر وہ آخری دین اسی طرح پوری دنیا میں پھیل جائے گا جس طرح وہ پتھر بت کو توڑ کر خود ساری فضاء میں چھا گیا۔ حق تعالیٰ اپنے دین کو خالص کر دے گا۔ باطل کا سر نیچا ہو جائے گا اور راہِ ہدیت سامنے آجائے

گی۔ضلالت ختم ہوجائے گی۔اللہ اُمیوں (ان پڑھوں) کواس دین کی تعلیم دے گا اور دین کے ذریعہ ضعفاء کو (جنہیں اچھوت بنادیا گیا تھا) قوت عطا کرے گا۔ ذلیل اس سے عزت پائیں گے اور کمزروں کی اس سے مدد ہوگی۔

(بادشاہ کے دل میں یہ بات اُتر گئی اور اُس نے انتہائی عقیدت سے) عرض کیا کہ میں نے جب سے سلطنت سنبھالی ہے میری نظر سے آپ جیسا شخص نہیں گذرا جس نے میرے دل پر چھائی ہوئی کسی کیفیت (دہشت و بے چینی) کواس طرح چھانٹ دیا ہو اور اب میرے دربار میں آپ سے زیادہ کوئی بارتبہ نہ ہوگا۔ میں آپ کو اس احسانِ عظیم کی قدر ہی صلہ دوں گا۔انتہیٰ۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ خاتم النبیین کا دین جو دُنیا کے آخری دور میں ظاہر ہوگا (جیسا کہ ہو چکا ہے) ان تمام قومی، نسلی اور وطنی امتیازات کو پاش پاش کرڈالے گا اور اس طرح دنیا کی متفاوت قومیتیں اور اونچی نیچی ذاتیں رَل ملکر ایک ذات ہوجائیں گی۔ چھوت چھات کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ دیا جائے گا اور وہی قومیں جن کا مذہب ہی اونچ نیچ اور چھوت چھات تھا خود اپنے اس مذہب لعنتیں بھیجنے لگیں گی حتیٰ کہ سارے رجعت پسند لیڈر مل کر بھی اگر ان امتیازات کو پھر لوٹانا چاہیں گے تو نہیں لوٹا سکیں گے اور اس طرح پوری دنیا میں ایک قوم ہوگی ایک ازم ہوگا اور دنیا کی ایک ہی نبوت ہوگی۔

پھر جب یہ بات پوری طرح ذہن نشین ہوچکی کہ دنیا کے سارے عقلاء و مدبرین اُصول مساوات کو تمدنی، معاشی اور معاشرتی معیشت سے قولاً وعملاً وقلباً قبول کرتے جارہے ہیں اور اس کے فوائد سے متمتع ہورہے ہیں تو جس اسلام میں اس کی مکمل تعلیم تیرہ سو برس سے موجود ہے اس مذہب کے دوسرے اُصول بھی قابلِ غور ہوجاتے ہیں۔ میں پورے اطمینان کے ساتھ یہ چیز پیش کررہا ہوں کہ یقیناً اسلام کے تمام اُصول اسی طرح مکمل اور بہترین ہیں۔ پھر جس طرح دُنیاوی ضروریات کیلئے سب نے اُصول اسلام کو قبول کرلیا ہے تو کیوں نہ رُوحانی حیثیتوں سے بھی اسلامی اُصول کو تسلیم کیا جائے۔ تعصّبات سے ہٹ کر سنجیدگی سے گہرائی کے ساتھ تحقیق کی جائے تو انشاء اللہ اسلام ہی ایسا مذہب ظاہر ہوگا جو شخصی جذبات کو تو نہیں لیکن سلیم الطبع ہر مدبّر و سنجیدہ انسان کے قلب و دماغ کو مطمئن کرسکتا ہے۔

مرثیہ بروفات

# حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

قدس سرہٗ العزیز

از حجۃ الاسلام رحمہ اللہ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ

**امھا دھاک الامر تذری وتدمع**

**فھل فی بکی من مفزع لک مفزع**

کیا اس حادثہ جانکاہ کے پیش آجانے کی وجہ سے تیرے آنسو بہہ رہے ہیں اور کیا ملجا و ماویٰ کے ہاتھ سے نکل جانے پر رونے کی وجہ سے کوئی ٹھکانا مل سکتا ہے۔

**وقد عیل صبری والجزع میّتاً**

**اذا فاتہ ذکر یحن ویجزع**

میں صبر کے اختیار سے بالکل باہر ہوگیاں ہوں اور جب کہ خشک لکڑی کا ایک تنہ سرور دو عالم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اللہ کا ذکر سننے سے محروم ہوگیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ (استحن حنانہ)

**وشط مزار بعد ما کان احتظی**

**فصبراً وانّ الامر ادھیٰ وافزع**

حضرت شیخ کی زیارت سے اکثر شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، لیکن اب یہ شرف کوسوں دور ہے۔ تو اب کسی نہ کسی طرح صبر کرنا ہی چاہیے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حادثہ جانکاہ حادثہ ہے۔

**تکلفنی مالا یدان لمحملہ**

**ولیس مرد للقضاء ومدفع**

میں نا قابل برداشت بوجھ اٹھانے پر مجبور ہوں اور خداوند تعالیٰ کے حکم کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔

**اتجھل خطبی لاابالک اوتری**

**خلیا رخی البال لا یتوجع**

خدا کے بندے! کیا اس مصیبتِ عظیمہ سے جو مجھ پر پڑی

ہے تو غافل؟ اور کیا تو نے کوئی شخص بھی دیکھا ہے جو کہ

محبت سے خالی اور نرم دل ہو، مگر کبھی غمگین نہ ہوا ہو۔

ومن ثم مثل الشیخ یھدی ویھتدی

ومولی الوریٰ عبدالرحیم فاقنع

اب دنیا میں شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا سا ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ کون ہے کہ میں اس پر قناعت کرسکوں۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ

ھوالمسک ماکررتہ یتضوع

نعمان یعنی حضرت شیخ کا بار بار ذکر کرو کیونکہ ان کا ذکر تو کستوری کی طرح ہے اس کو جس قدر لگاؤ گے خوشبو ہی دے گی۔

ولیّ رضی سیرۃ وسریرۃً

صفی وفی ثم ارضی واطوع

آپ خدا کے دوست تھے، پسندیدہ اخلاق والے تھے۔ آپ کے اخلاق وعادات سبھی اچھے تھے۔

منار الھدیٰ معروفہ وجنیدہٗ

مقاما وحالاً صادق الوعدانصح

آپ نشان ہدایت تھے مقام اور حال کے اعتبار سے ہدایت میں۔ آپ حضرت معروف کرخیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم پلہ تھے۔ صادق الوعد باخلاص تھے۔

لہ خطوۃ افظت الیٰ غایۃ العلیٰ

واُخریٰ علی الارشاد امضی واسرع

آپ کا ایک قدم تو مدارج علیا کے منتہیٰ پر پہنچ چکا تھا اور دوسرا قدم مخلوق کی ہدایت کیلئے نہایت تیزی کے ساتھ چل رہا تھا۔

جناح لہ بسط الیٰ طی منزل

واٰخرُ مخفوض لدی الناس یخشع

آپ کا ایک بازو مقاماتِ عالیہ کو طے کرنے میں مصروف تھا اور دوسرا بازو مخلوق کے سامنے انکسار اور تواضع کے طور پر جھکا ہوا تھا۔

ومن کوثر یرویک ذوقا ومشرباً
ومن سنة یھدیک والصبح یصدع

آپ کے کلمات مبارکہ نہر کوثر کے پانی کی طرح مزیدار تھے اور تشنگانِ ہدایت کو سیراب کرتے تھے اور سنت نبویہ کے طریقوں کی تعلیم کر کے ہدایت کرتے تھے۔ صبح صادق کی طرح جہل کی ظلمت کو دور کرتے تھے۔

وانفاسه كالنشر تشفى وتشتفى
واخلاقه كالصبح اوتلك اوسع

آپ کے انفاس مارکہ خوشبو کی طرح مہکتے تھے اور مریضان ضلالت کو کامل شفا بخشتے تھے۔ اخلاق آپ کے صبح کی طرح منور تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

یوسی کسیر البال یشفی کلیمه
وبأس قلب مادریٰ کیف یصنع

آپ شکستہ دلوں کی غم خواری اور زخمی دلوں کا علاج کرتے تھے اور اس مصیبت زدہ کی امداد کرتے تھے جس کو شدت غم کے باعث یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس مصیبت سے رہائی کا کیا طریقہ ہے۔

ودعوته فی ازمنة المحل والرّدی
قلب رداء ان حالا سیرجع

سخت قحط اور ادباء کے زمانے میں آپ کی دعا یا قلب روار کا مسنون طریقہ حالات کے جانے کا ایک یقینی نشان تھے۔

فسبحان من اعلیٰ مقاماً عباده
قوادمهم فی النور اوتلک ارفع

وہ خدا بزرگ و برتر ہے جس نے اپنے بندوں کو اعلیٰ مقام عطا کیے۔ ان پر نورِ خداوندی محیط ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں۔

اقــامهــم فــی مـقـعـد الـصـددق مـرة

واخــری بـجـوف الـلیل واللیل اسـمـع

خداوند نے توفیق بخشی کہ وہ دن کو مجالس خیر میں تشریف فرما ہوں۔کبھی اس امر کی توفیق دی کہ راتوں کو اُٹھ کر دعاؤں میں مشغول ہوں اور رات کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

تـری حـدیهـم فی الحب والانـس ثابتاً

ووقتهـم لـلـفـرق والـجـمـع اجـمـع

تم دیکھو گے کہ ان کو محبت خداوندی میں ملکہ راسخ حاصل ہو گیا ہے اور ان کا وقت فرق اور جمع کا جامع ہے۔

(یہ اصطلاحات صوفیہ ہیں۔فرق،جمع اور جمع الجمع۔دیکھو ملفوظات حضرت رائے پوری قدس اللہ اسرارہم)۔

وثـم عبـادفـی الـفـنـاء بـقـاء هـم

حیـاتهـم فـی الـمـوت والشیخ اجـمـعُ

خدائے قدوس کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کی بقاء فناء میں ہے اور ان کی حیات موت میں ہے۔مگر حضرت رائے پوری ان تمام اوصاف کے جامع تھے۔

اقــام عـلـیٰ مـرمـی ابـی ذر وهـرهٔ

کـــان ابـــاوقـت مـطـــاع ومـطـوع

مولانا رائے پوری نے تمام عمر ابوذر غفاریؓ کے طریقہ کے موافق گزار دی۔ان کے اوقات بیکار نہ تھے۔تمام مخلوق ان کی مطیع تھی اور وہ خداوند تعالیٰ کے مطیع تھے۔

مـعـارف مـعـروف وآداب حـاتـم

سـلامة سـلـمـان فهـل تـلـک تـرجـع

مولانا رائے پوری میں حضرت معروف کرخی کے سے اوصاف تھے اور حضرت حاتم اصم کے سے آداب تھے۔حضرت سلمان فارسیؓ کی سی سلامت روی تھی تو کیا اس قسم کے جامع صفات حمیدہ انسان ہم کو ان کے بعد بھی دیکھنے نصیب ہوں گے۔

وهل تسمع الدنيا بهدى كهديه
وما ان ارىٰ دهراً يواتى ويصنع

اور کیا زمانہ کسی ایسے شخص کو ہمارے سامنے لا سکے گا جس کی صفات مولانا رائے پوری جیسی ہوں، میرے خیال میں زمانے سے ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔

خليفة حق نول صدقِ لشيخنا
رشيد البر ايا فائت شا وترفع

حضرت قطب العالم مولانا وشیخنا رشید احمد کے خلیفہ برحق تھے اور بیش بہا عطا تھے۔

مقيم على ذكر وفكر زمانه
قرير بقراٰنٍ يناجى ويسمع

مولانا رائے پوری ہر وقت ذکر خداوندی اور فکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے سے خداوند تعالیٰ سے باتیں کرتے اور سنتے خوش دل رہا کرتے تھے۔

فيا عجبا كيف استطاع علومه
وان جبالاً لاتزال تصدع

بہت قابل تعجب یہ امر ہے کہ انہوں نے قرآنی معارف کو باوجودیکہ ان سے پہاڑوں کے جگر بھی شق ہوتے ہیں کیسے تھام لیا۔

ويا عجبا من راسخ الهال ثبتهٗ
على قدمٍ كالطور ارسى واوقعٗ

آپ کے حالات راسخ تھے۔ آپ کو درجۂ ثبات حاصل تھا۔ شریعت کے بارے میں آپ کے قدم بڑے پہاڑوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ مضبوط تھے۔

حظيرة قدس همه واهمه
وما للتوانى ان ترى الرب يرفع

خداوند تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا ہی آپ کا اصلی مقصود تھا یا یوں کہو کہ ان تمام مقاصد میں سب سے زیادہ ان کے نزدیک ضروری تھا۔ اگر دیکھو کہ خدوند تعالیٰ خود ہی کسی کو مراتب رفیعہ عطا فرماتا ہے تو پھر مراتب

کے حاصل کرنے میں کاہلی کرنا مناسب نہیں۔

انیس بذکر اللہ فی طول عمرہ
سمیر بخطب القوم کیف یرقع

مولانا کو تمام عمر ذکرِ الٰہی سے ہی دلچسپی رہی اور شب و روز مسلمانوں کے تذکرے آپ کی خدمت میں کیے جاتے تھے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی سبیل نکل آئے۔

متی تأتہٖ تعشو الیٰ نور صدرہٖ
تجد نورہ کالصبح اوذاک اصدع

جب تو ان کے پاس ان کے سینے کے نور سے مستفیض ہونے کی غرض سے جائے تو تم کو معلوم ہوگا کہ ان کا نور صبح صادق کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔

تحل صعاب الامر انفاس روعہٖ
وخفض جناح کیف ماجئت یخضع

ان کے انوار بڑے بڑے مشکل امور کی گرہ کھول دیتے تھے اور اس قدر منکسر المزاج تھے کہ تم کسی شان سے ان کے پاس جاؤ ان کے انکسار میں فرق نہ آتا تھا۔

یقوم بامر اللہ فی کل حالۃ
وفی روضۃ الجنات یرعی یرتع

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مراعات وہ ہر حال کرتے تھے اور اب وہ باغ جناں میں خدا کی نعمتوں سے متمتع ہورہے ہیں۔

امیرھم فی ما اتیٰ وسمیرھم
وغرتہ تجلو الظلام وتدفع

مسلمانوں کے تمام حوائج میں وہ ان کے سالار قافلہ ہوتے تھے اور ان کی روشن پیشانی کا نور اندھیرے کو دور کر دیتا تھا۔

فللّٰہ درالحب حتی اقامتی

علــــی غــصــص الایــام ارثــی وارمــع

اللہ تعالیٰ اس محبت کا بھلا کرے جو مجھے مولانا سے ہے، ان کی موت کے مصائب کے باوجود میں اس وقت کھڑے ہوکران پر آنسو بہانے اوران کا مرثیہ پڑھنے کے قابل ہوں۔

وارثــی جــمــالاً اوکــمــالاً وسیــرۃ

وزهــدا وحــلــمــاً ثــم عــلــمــا فشیعوا

میں مولانا کا مرثیہ تو کیا پڑھ رہا ہوں بلکہ دراصل جمال اورکمال زہد،حلم اورعلم پررورہا ہوں۔ اب ان کواپنے سے جدا ہونے والا ہی سمجھو۔

ومــا ثــم الاعبــرۃ بــعــد عبــرۃ

کــذالک الــلیــالــی لا توانــی وتصــنع

اوراب دنیا میں تو عبرت پرعبرت کے سوارکھا ہی کیا ہےاورزمانہ توکسی وقت غافل رہتا ہی نہیں۔

ولــمــا حسبــت الــعــام عــند رحیلــه

فــجــاء دعــاء یستــجــاب ویسمــع

مولانا کے وصال کے وقت جب میں نے سن تاریخ کا خیال کیا تو اسی وقت قلب میں یہ دعائیہ کلام پڑا جو یقیناً قبول ہوگیا ہے۔

ســقــی الــلّــه مثــواه بــارعــیٰ کــرامۃٍ

وســعــی ورعــی مــنــهٔ اولــیٰ وانــفــع

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی جائے اقامت پراپنی رحمت کی بارشیں فرماتا رہے کیونکہ مخلوق خداوندی نے مولانا کی ذات سے بہت زیادہ منافع حاصل کیے ہیں۔

✿✿✿✿✿

# سنہرے اقوال

## حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ زمانے کا رنگ بدل گیا ہے اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہو گیا ہے اور ہر پوشش جو مسلمانوں کو ظاہراً رونق دے رہی ہے حقیقت میں اسلامی نہیں ہے تم پانچ طرح کے لوگوں سے اپنے تیئں بچو جو حقیقت میں الناس کے منزلہ میں ہیں۔

(i) ایک بے حیا صوفی جو رفع تکلیف کے لیے حیلہ کرتا ہے اور اپنے مجازی امور میں توقف نہیں کرتا۔

(ii) جھگڑالو جو شکوک و اوہام کے فتنے پھیلاتا ہے اور خدا تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار نہیں ہوتا۔

(iii) تیسرا وہ شیخی خور جو مردہ اقوال پر خوش ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن باتوں کی توضیح کی ہے ان کی پیروی نہیں کرتا۔

(iv) چوتھا وہ خشک زاہد جو دین میں اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اسے کسی بارے میں اجازت ہی حاصل نہیں۔

☆ سرکش مالدار جو تکلیف اور بناوٹ کے ساتھ عجمیوں کی سی حیثیت اختیار کرتا ہے اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے کو دوست رکھتا ہے۔

## علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ جو کام آخرت کے لیے نفع بخش نہیں ہے اس کا ترک کرنا زہد ہے اور جس کام میں آخرت کے ضرر کا خطرہ ہے اس کا ترک کرنا ورع ہے۔

☆ عمل کے بعد اگر تو اپنے قلب میں حلاوت اور انشراح محسوس نہیں کرتا تو سمجھ لے کہ اس میں کوئی کوتاہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکور ہے یعنی با اخلاص عمل پر اس کے دربار سے قلب میں حلاوت و انشراح اور آنکھوں کی ٹھنڈک ضرور عطا ہوتی ہے۔

☆ فقر میری ہستی کا وصفِ لازم ہے میں خاک کے ذروں سے زیادہ بے مقدار ہوں۔

☆ جو شخص خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے وہ ظالم، مشرک و سرکش ہے۔

☆ادائے طاعات پر صبر اس صبر سے افضل ہے جو محرمات سے بچنے پر کیا جائے۔

☆علم اور نیک ارادہ ہی ہدایت اور عبادت کی راہ میں اصل ہیں۔

☆ ایمان کی محبت ہی سے ایمان کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ایمان کی مٹھاس اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور خلافِ ایمان چیزوں سے نفرت کرنے ہی پر موقوف ہے۔

☆ذوق اور وجد اعمال ظاہرہ کی اصل اور اعمال باطنہ کا ثمرہ اور پھل ہیں۔ان دونوں کی مدد سے اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کے درمیان تمیز کرنی چاہیے۔

☆ غیر شرعی امور سے خدا کی قربت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ ان کا کرنے والا خدا کا دوست یا محبوب ہوسکتا ہے۔

☆کسی مخصوص لباس کو اختیار کر لینا اور اس کو شرعی سمجھنا بدعت اور گمراہی ہے۔

## علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ ہم یہ نہیں کہتے کہ انصاف پسند سیاست کامل شریعت کے خلاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسی سیاست شریعت کا اہم حصہ ہے اور اس کا ضروری باب ہے۔

☆ اگر تم عالم بالا اور عالم سفلی کے تمام حصوں پر غور کرو تو تمہیں اس بات کا ثبوت ملے گا کہ کوئی ذات اس کائنات کی صانع خالق اور مالک ہے اس لیے اس کے صانع کا انکار کرنا عقل وفطرت کے خلاف ہے۔

☆ اگر تم ان باتوں پر غور کرو جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دعوت فکر دی ہے تو ان کے ذریعے تمہیں نہ صرف اللہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہو جائے بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خدا ایک ہے۔

☆ قدرت کی یہ نشانیاں چاند اور سورج زبان حال دہریت کی تکذیب کر رہی ہیں اور ان فلسفیوں اور ملحدوں کے الحاد اور بے دینی کی تردید کر رہی ہیں جو کہ منکر ہیں۔

☆معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے۔

☆ طالبِ صادق کے لیے مسکنت، فاقہ، تذلیل اور ہیچ سمجھنے سے بڑھ کر کوئی چیز نافع نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو سرور، فرحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک بندہ کو میسر آتی ہے اس دنیا کی کوئی نعمت اس کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کو کسی چیز پر قیاس کر سکتے ہیں۔

☆استاد ہی وہ اولین ہستی ہے جس کو شاگرد پسند کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

# خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

## میاں بیوی کی شکر رنجی اگر ہو تو باوقار ہو

ہر گھر میں بعض اوقات شکر رنجیاں ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی میں بھی کبھی کبھار غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض اوقات بیوی خاوند سے ناراض اور بسا اوقات خاوند کو بیوی سے شکوہ۔ کائنات کے سب سے بہترین گھرانے میں بھی بعض اوقات ایسی شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ان کا اظہار کیسے ہوا؟ آیئے ایک حدیث پڑھتے ہیں، اس کے مطالعے کے بعد بہت سے امور آپ کے علم میں آئیں گے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جب ناراض ہو تو تب بھی سمجھ جاتا ہوں''۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا:

آپ ﷺ کیسے سمجھ جاتے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا:

''جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو محمد ﷺ کے رب کی قسم، اور جب مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ابراہیمؑ کے رب کی قسم!''

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا:

''بالکل درست فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قسم کھاتے وقت صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں''

دیکھئے! اظہارِ ناراضی کا کتنا لطیف انداز ہے اور بیوی کے مزاج کو اللہ کے رسول ﷺ کس قدر گہرائی میں جا کر سمجھ لیتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی شکر رنجی کے انداز بھی نرالے اور باوقار ہوتے ہیں۔

## پروردگارِ عالم! میرا رزق تیرے ذمے ہے

ابوعبداللہ بن جعفر جو کہ برقی کے لقب سے مشہور ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک بیابان میں ایک بدو خاتون کو دیکھا جس کی کھیتی کڑاکے کی سردی، زوردار آندھی اور موسلا دھار بارش کے سبب تباہ وبرباد ہو چکی تھی، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اس کی فصل تباہ ہونے پر اسے دلاسا دے رہے تھے۔ اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہنے لگی:

''اے پروردگار! پسماندگان کی عمدہ دیکھ بھال کے لیے تجھ ہی سے امید وابستہ کی جاتی ہے جو کچھ تباہ وبرباد ہو گیا اس کی تلافی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اس لیے تو اپنی نرالی شان کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہماری روزی کا بندوبست تیرے ہی ذمہ ہے اور ہماری آرزوئیں اور تمنائیں تجھی سے وابستہ ہیں''۔

ابوعبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ: میں ابھی اس خاتون کے پاس ہی تھا کہ ایک آدمی وہاں آ پہنچا ،ہمیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ جب اس عورت کے عقیدے منہج اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا پتہ چلا تو اس نے پانچ سو دینار نکالے اور اس عورت کی خدمت میں پیش کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔ [مجلۃ العربی:۴۴۴،نساء ذکیات جداً:۴۴]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، وہ کبھی نعمتِ خداوندی سے محروم نہیں رہے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اسے ایسے راستے سے روزی بہم پہنچائیں گے جس کا وہ کبھی بھی گمان نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ اس دیہاتی خاتون کے ساتھ واقعہ پیش آیا جس کا آپ نے اوپر مطالعہ کیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً . ویرزقه من حیث لایحتسب﴾ [سورۃ الطلاق،آیت:۲،۳]

ترجمہ: ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے (مشکل سے) چھٹکارے کی شکل پیدا فرما دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو''۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ان سطور کے راقم نے عربی ادب کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک فقیر محتاج عورت، بادیہ نشین، جنگل میں خیمہ لگائے ہوئے تھی۔ اپنی ضرورتوں کے لیے اس نے

ارد گرد کھیتی لگا رکھی تھی، گزر اوقات اسی سے کرتی تھی۔ایک دن طوفان آیا، بجلی چمکی اور کڑکی، آسمان سے ژالہ باری ہوئی اور کھیتی تباہ و برباد ہوگئی۔جب طوفان تھم گیا تو اس عورت نے خیمے سے سر نکالا۔اپنی کھیتی کو دیکھا، ہر چیز تباہ و برباد ہو چکی تھی۔اس نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی:

''اے میرے پروردگار! جو جی چاہے کر (تجھے کون پوچھنے والا ہے) ہاں (اتنی بات ضرور ہے) میرا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے''۔

## عورت کا حسن اس کے ٹیڑھے پن میں ہے

مشہور مؤرخ وسیرت نگار واقدی کا بیان ہے کہ میں ایک روز خلیفہ مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے چند احادیث بیان کیں۔میری بیان کردہ حدیثیں اس نے لکھ لیں، پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہوا۔جب وہ گھر سے نکلا تو غصہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا اور وہ غیظ وغضب سے بھرا ہوا تھا۔میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین! خیریت تو ہے؟ خلیفہ مہدی کہنے لگا: ''میں اپنی بیوی ''خیزران'' کے پاس گیا تو اس نے میرا کپڑا اس قدر زور سے کھینچا کہ وہ پھٹ گیا اور کہنے لگی: میں نے تم میں کوئی خیر کا پہلو نہیں دیکھا ہے''۔

خلیفہ نے مزید کہا: اے واقدی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے ''خیزران'' کو غلام فروش سے خریدا تھا، پھر میں نے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی، چنانچہ اب قصر شاہی میں میری بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے، نیز اس کو ناز و نعم اور آرائش و زیبائش کیلئے وہ چیزیں دستیاب ہیں جو دیگر عورتوں کو کم ہی نصیب ہوا کرتی ہیں۔

مگر آج اس کا ذہن اس قدر بدل گیا ہے کہ اس نے میرے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا اور کہنے لگی کہ آج تک میں نے تم میں کبھی خیر نہیں دیکھی۔حالانکہ میں نے اس کے سارے لڑکوں (ہادی اور ہارون رشید) کے لیے پیشگی بیعت کروادی ہے، میرے بعد یکے بعد دیگرے وہ دونوں مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے، پھر بھی وہ مجھے طعنے دے رہی ہے کہ میں نے اس کے لیے کوئی بھی بھلائی نہیں کی ہے!!

واقدی نے خلیفہ مہدی کی بات سن کر کہا: امیر المؤمنین! آپ ناراض نہ ہوں، کیونکہ کفرانِ نعمت عورتوں کی فطرت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"خیر کم خیر کم لاهله وانا خیر کم لاهلی"

ترجمہ: ''تم سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں''۔ [صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح: ۱۹۷۷]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے کا ارشاد ہے:

"استوصوا بالنسآء، فان المراة خلقت من ضلع، وان اعوج شئی ءً فی الضلع اعلاه، فان تقیمه کسرته، وان ترکته لم یزل اعوج، فاستوصوا بالنسآء" [بخاری: ۳۳۳۱، مسلم: ۱۴۶۸]

ترجمہ: ''عورتوں کے بارے میں میری نصیحت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کروگے تو انجام کار توڑ کر رہوگے۔ اور اگر اس ٹیڑھی پسلی کو یونہی چھوڑ دوگے تو ویسے ہی ٹیڑھی رہے گی (اور تم اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو) پس تم لوگ عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کیا کرو''۔

واقدی نے اس موضوع سے متعلق چند مزید احادیث خلیفہ سے بیان کیں۔ خلیفہ مہدی نے انہیں دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ جب واقدی خلیفہ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر پہنچے تو اسی وقت ملکہ ''خیزران'' کا پیغام بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ملکہ کا دیا ہوا تقریباً دو ہزار دینار کا عطیہ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا، علاوہ ازیں کپڑے اور جوتے بھی تھے۔ ملکہ نے پیغامبر کے ذریعے ان عطیات کے ساتھ ساتھ اس کارِ خیر پر ان کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ [البدایہ والنہایہ: ۱۳۰، طبع دار ہجر]



# بچوں کے صفحات

## کھجوروں میں برکت

جنگ خندق کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں۔ مسلمانوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے اردگرد خندق کی کھدائی میں مشغول تھی۔ بہت سے مسلمانوں کے گھروں میں ایک وقت کی روٹی بھی دستیاب نہ تھی۔ پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت اور شدید لگاؤ کے سبب آپ کے حکم کی تکمیل میں لگے رہتے تھے۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے نڈھال ہو جاتے تو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ بھوک برداشت کرسکیں، حتٰی کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیٹ مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھے تھے اور خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ پورے انہماک کے ساتھ مشغول تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا دیکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے۔'' [جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲ صفحہ ۴۴۸]

خندق کی کھدائی کرنے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک ہزار اور واقدی کی روایت کے مطابق تین ہزار بتائی گئی ہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران کئی معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک معجزہ یہاں ایک صحابیہؓ کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی بہن کا بیان ہے کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہؓ نے مجھے بلایا اور دو مٹھی کھجوریں دے کر کہنے لگیں: بشیر اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کی خدمت میں لے جاؤ تاکہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھالیں۔ میں کھجوریں لے کر اپنے والد اور ماموں کی تلاش میں نکلی، وہ دونوں دیگر صحابہؓ

کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ مجھے انہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے بلایا اور پوچھنے لگے: تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ''یہ چند کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری امی نے میرے ابو اور ماموں کے پاس بھیجا تا کہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھا لیں''۔

رسول اکرم ﷺ فرمایا: ''یہ کھجوریں مجھے دے دو''۔

میں نے کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں نہیں بھریں۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے چادر بچھائی گئی اور آپ ﷺ چادر پر کھجوریں پھیلا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: ''اہل خندق کو آواز دو کہ وہ آ کر دوپہر کا کھانا کھا لیں''۔ یہ آواز سنتے ہی خندق کی کھدائی کرنے والے تمام صحابہ کرامؓ دستر خوان پر حاضر ہوئے اور کھجوریں تناول کرنے لگے۔ اہل خندق کھا کر واپس ہو گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گر رہی تھیں۔

واضح رہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران اس قسم کے کئی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔

## حق کے مطابق فیصلہ کریں،
## دو فرشتے ساتھ رہیں گے اور آپ کی رہبری کریں گے

حضرت سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں، ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپؓ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپؓ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! آپؓ نے حق فیصلہ کیا ہے،

اس پر حضرت عمرؓ نے اسے (خوشی سے ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا، تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے) اس پر یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

# ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

## کے گذشتہ شمارے

## آن لائن پڑھیے

1430 H -2008

1431 H - 2009

1432 H - 2010

1433 H - 2011

1434 H - 2012

1434 H - 2013

1435H - 2014

1436H - 2015

انٹرنیٹ ایڈریس

**www.milliafsd.com**

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN

JAMIA MILLIA ISLAMIA

Reg:M # FD-16



MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213


دینی، علمی، اصلاحی اور تاریخی روایات کا حامل پاکستان کا منفرد مجلّہ

ماہنامہ

# مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

10 سال کے تابندہ

120 شمارے



تاریخی حقائق

## آپ بھی اپنی رائے دیجیے!

آپ کی تجاویز، شکایات، اور سوالات کو

انشاءاللہ شامل اشاعت کیا جائے گا

www.milliafsd.com